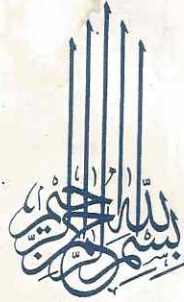


داغہائے فراق

اُردو، فارسی اور عربی طبعزاد

مرثیوں کا مجموعہ

(مولانا) حافظ محمد ابراھیم فانی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

داغہائے فراق

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی، مدرس دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

جس میں برصغیر کی چند نامور شخصیات کے سانحہ ہائے ارتحال پر دلی احساسات اور قلبی کیفیات کا اظہار کیا گیا ہے۔ درد و غم، حزن و ملال اور کرب و غم کے آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے عقیدت و احترام کے جذباتِ سپاس کا ایک حسین امتزاج اور دلکش مُرقّع۔

بعض حضرات کے اسمائے گرامی حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب، رفیق شیخ الہند مولانا عزیر گل، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا، فیلسوفِ اسلام علامہ شمس الحق افغانی، محدثِ عصر مولانا محمد یوسف بنوری، مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود، بطلِ حریت مولانا غلام غوث ہزاروی، ولی کامل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مناظرِ اسلام مولانا محمد منظور نعمانی، متکلمِ اسلام مولانا عبدالحلیم زروبوی، مجاہدِ ختمِ نبوۃ مولانا محمد علی جالندھری، حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی، ولی ابن ولی مولانا محمد عبیداللہ انور، امیرِ شریعت سید گل بادشاہ اور دیگر زعماء رحمہم اللہ

مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

تاثرات

المجاہد فی سبیل اللہ شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین صاحب شامزئی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندہ نظام الدین شامزئی عرض کرتا ہے کہ بندہ کو جن لوگوں سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت ہے ان میں سے ایک حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب کی ذات بھی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم اور نامور والد مرحوم کا صحیح معنوں میں جانشین بنا دے۔ آمین

فانی صاحب میں جہاں اور بہت سارے کمالات ہیں ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا مبالغہ ہفت زبان شاعر بھی بنایا ہے۔ آپ کا عربی، فارسی، پشتو اور اردو کلام وقتاً فوقتاً ماہنامہ الحق میں نظر سے گذرتا رہتا ہے اور آپ کے بعض اشعار یقیناً اتنے تازہ، فکر انگیز اور آبدار ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے شاعروں کے کلام کے مقابلے میں انہیں رکھا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے آپ نے مجھ سے اپنے پشتو کلام کے مجموعہ پر کچھ لکھنے کیلئے حکم دیا تھا لیکن میں اپنی بیماریوں اور اعذار کی بناء پر آپکے حکم کی تعمیل نہیں کرسکا اب انکے اردو، فارسی اور عربی مراثی کا یہ مجموعہ چھپ رہا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قبولیت اور مقبولیت عطا فرمائے اور حافظ صاحب کے علم و عمل اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

فقط : (مفتی) نظام الدین

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ــــــــــ داغہائے فراق

مصنف ــــــــــ مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

کتابت ــــــــــ ابوعثمان محمد لطیف گیلانی رحضرت کیلیانوالہ

سرورق ــــــــــ محمد امان اللہ قادری گوجرانوالہ

ضخامت ــــــــــ ۱۳۸ صفحات

سال اشاعت ــــــــــ اپریل ۱۹۹۹ء

تعداد ــــــــــ ایک ہزار (۱۰۰۰)

ناشر ــــــــــ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

قیمت ــــــــــ

ملنے کے پتے

(۱) مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد)

(۲) اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(۳) مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ۲

(۴) مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

(۵) یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

(۶) درخواستی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(۷) صدیقیہ کتب خانہ اڈہ بازار اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد)

(۸) مکتبہ شاہ ولی اللہ حقانیہ روڈ اکوڑہ خٹک 〃 〃 (〃)

(۹) مکتبہ الفاروق ۹ ار سلطان پورہ روڈ لاہور ۳۹

(۱۰) دارالارشاد، مدنی روڈ اٹک شہر

دُودِ فغاں

عنوانات	صفحہ
	۱۱۲

✡✡✡✡✡

تقریظ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد! خلاقِ حسن وجمال ربِ ذوالجلال نے جس طرح آسمانِ دُنیا کو کروڑوں ستاروں سے مزین وبارونق فرما دیا ہے اسی طرح اس کرۂ ارضی پر بسنے والوں کو حضرات انبیاء و مرسلین علیہم التسلیمات اور ان کے جان نثار وارثین صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدینؒ، علمائے ربانیین کی مقدس ومبارک تعلیمات وارشادات سے معطر ومنور فرمایا (اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح آسمانی کواکب ونجوم میں سورج وچاند کو نمایاں انوار واشعہ سے برتری بخشی، اسی طرح رسالت ونبوت کی عظیم الشان امانت کو اپنے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کے صاف وشفاف قلوب میں ودیعت فرما کر ان کو تمام مخلوقات پر اپنی خلافت کے مابہ الامتیاز منصب کے بدولت امتیازی فوقیت وسرفرازی عطا فرمائی۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ ؎

کلاہِ خسروی وتاجِ شاہی　　بہر سر کے رسد حاشا وکلّا

پھر ان میں فقط تین سو تیرہ اجلہ انبیاء کو اپنی قدرت کاملہ، حکمتِ بالغہ سے رسالت

کے اہم فرائض و مسئولیات تفویض فرما کر اُن کا رتبہ اوروں سے بلند اور ان کی شان اوروں سے ارفع فرمایا، پھران منتخبین میں سے پانچ رسولوں کو مزید نوازشات و مواہبات سے نوازا اور ان کو اولوالعزمی کا اعزاز مرحمت فرمایا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ (سورۃ احزاب آیت ۷)

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۳)

پھر ان پانچ اولوالعزم شخصیاتِ سامیہ میں بہجۃ السمٰوٰت والارضین رحمۃ للعالمین کو سید الاولین والآخرین اور امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین قرار دے کر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ جیسی فوق الکل خلعتوں سے نوازا اور تمام انبیاء و مرسلین کے جملہ انفرادی کمالات و محاسن مجموعی طور پہ بدرجہ اتم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یکجا جمع کر دیئے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

؎ مَحَاسِنُهُ هَيُولَىٰ كُلِّ حُسْنٍ ۔۔۔ وَمِغْنَاطِيسُ أَفْئِدَةِ الرِّجَالِ

پھر علام الغیوب، خبیر و بصیر پروردگار جل جلالہ نے اپنے ان عبادِ صالحین کے سنہری واقعات، عبرت آموز قصص کو اپنی کتبِ سماویہ، بالخصوص اپنی آخری ازلی ابدی کتاب قرآن مجید میں ثبت فرمایا تاکہ قیامت تک ہر دور میں کروڑوں فرزندانِ توحید، سرفروشانِ اسلام اُن کے احوال و وقائع، سیرت و کردار، راہِ خدا میں ناقابلِ برداشت مصائب و متاعب پر صبر و تحمل، ثبات و استقامت، اعتماد و توکل علی اللہ اور بیشمار محاسن و محامد کے آئینہ میں اپنی حرکات و سکنات، اقوال و افعال، عبادات و معاملات، نشست برخاست

کو درست فرمائیں گے۔ ان ربانیین و روحانیین کی حیاتِ طیبہ کے جملہ کارنامہائے نمایاں میزانِ خداوندی میں کامل و اکمل ہوتے ہیں اور لاحقین کو ان سابقین کی اتباع ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں تقریباً اٹھارہ انبیاء و مرسلین کے تذکرہ عقائد و اعمال، اصولِ دین کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی سیرت و طریقہ پر چلنے کا حکم فرمایا ہے، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (سورۃ الانعام آیت ۹۱) اور سورۂ احزاب کی آیت ۲۱ میں اس اُمتِ محمدیہ کو اپنے مقتدا و پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و طریقہ پر چلنے کا حکم دیا ہے، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ کہ تمہارے لیے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات میں بہترین نمونہ ہے۔ ان کی سیرتِ طیبہ کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھو۔ اپنی زندگی کی ہر حرکت و سکون، قول و فعل، نشست و برخاست میں آن ہی کے نقشِ قدم پر چلو، رب العالمین جل جلالہٗ نے اپنے ان مخلصین و مقربین کے تضحیاتِ خارقہ اور اعمالِ جلیلہ کو شرفِ پذیرائی سے نوازا اور قیامت تک آنے والوں پر لازم کر دیا کہ وہ رہتی دنیا تک ان مقبولین بارگاہِ الٰہی پر درود و سلام بھیجا کریں۔ سورۂ صافات کی آیت ۷۸ سے لے کر آیت ۱۲۹ کو دیکھئے جن میں آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر کے بعد وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فرمایا۔ اس کے بعد خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور الیاسین پر تحیات و تسلیمات بھیجنے کا ارشادِ گرامی ہے۔

اسی طرح صفوۃ المرسلین و قدوۃ العٰلمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تمام صلحائے اُمت کے بارے میں وصیت فرمائی ہے: اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ (ترمذی، ابوداؤد) کہ اپنے مُردوں کے محاسن و مناقب

کا تذکرہ کیا کریں اور ان کے معاصی و معائب بیان کرنے سے اجتناب کریں، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان سراپا یمن و سعادت، مجسّماتِ امانت و دیانت، شخصیات کے واقعات و حالات بیان کرنے سے دلوں میں فکرِ آخرت کے مشاعر و احساسات، زہد و ورع، ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، اکلِ حلال صدقِ مقال کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ سُورَةُ هُود آیت ۱۲۰	ہم ان پیغمبروں کے واقعات و قصص اس لیے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے قلبِ مبارک کو اطمینان و تسلی میسّر ہو جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے تذکرہ میں لذت محسوس ہوتی تھی ۔

أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اَنَّ ذِكْرَهُ
هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

ہمارے مخدوم زادہ، قادر الکلام شاعرِ اسلام، ادیب و خطیب حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی بارک اللہ فی حیاتہ العالیۃ اُستاد دار العلوم حقانیہ نے اپنی جدید، دلکش، روح پرور، مایۂ ناز کتاب مستطاب "داغہائے فراق" میں اس دور کی چوبیس ۲۴ سے زیادہ چیدہ چیدہ قدسی صفات، فرشتہ سیرت، علمی عملی، روحانی، عبقری شخصیات اور نمونہ ہائے اسلاف صالحین کے درخشندہ کمالات و فضائل، تابندہ اوصاف و مناقب کو اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ کے مطابق اردو، فارسی، عربی میں سوز و درد سے معمور والہانہ گلہائے عقیدت و احترام سے لبریز قصائد (مراثی) میں اُجاگر کیا ہے۔ جس کے مطالعہ اور پڑھنے سے فکر و نظر، بصیرت و بصارت میں صد درجہ جلا اور قلب و جگر میں روحانی حرارت

موجزن ہو جاتی ہے ؎

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

ہم محترم فانیؔ صاحب کے صمیمِ قلب سے سپاس گذار ہیں کہ انہوں نے ہمارے ان واجب الاحترام اساتذۂ کرام و مشائخِ عظام کی وفات پر مختلف بحور، دلربا اوزان، شگفتہ وسلیس زبان میں پرکیف آفریں مرثیے انشاء فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن ما یجازی بہ عبادہ المحسنین۔

محترم فانیؔ صاحب کے ان قصائد میں فصاحت و بلاغت بالخصوص فنِ بدیع کے بے شمار محسنات و جواہر موجود ہیں جن سے محترم فانیؔ صاحب کی لطافتِ طبع، نظافتِ فکر، شاعرانہ پرواز، ادیبانہ مزاج، اپنے بزرگوں کے ساتھ غایت درجہ بے پناہ محبت و عقیدت کا اندازہ لگتا ہے۔

یقیناً ایسے متجاب الدعوات اہل اللہ، علوم و اعمال کے بے تاج سلاطین، علمائے ربانیین کی جدائی اپنے تلامذہ و خدام کے لیے جانگداز قیامتِ صغریٰ کے مترادف ہوتی ہے ؎

گفتم بہ بلبلے کہ علاجِ فراق چیست

از شاخِ گل بخاک فتادہ تپیدہ مرد

اور الواعی ماحول میں اربابِ دانش، وفا شعار تلامذہ و متعلقین جو اجمالی شعر و شاعری کے ملکات کے حامل ہوتے ہیں اُن پر ایسے عجیب و غریب اشعار و اوزان و قوافی کا الہام و ورود ہوتا ہے ؎

وَجَلَا الْوَدَاعُ مِنَ الْحَبِیْبِ مَحَاسِنًا

حُسْنُ الْعَزَاءِ وَقَدْ جُلِیْنَ قَبِیْحٌ

مولانائے رُومؒ فرماتے ہیں ؎

قافیہ اندیشم و دلدارِ من　　گویدم منیش جز دیدارِ من

یعنی مجھے شعرسازی کے وقت قافیہ کا فکر دامنگیر تھا، مجھے میرے محبوب نے کہا کہ میرے دیدار کے علاوہ کسی اور چیز کا فکر نہ کریں۔

فرطِ محبت اور وفورِ شوق و ذوق خود بخود اوزان و قوافی کو شعری سانچوں اور قوالب میں درست کرتے ہیں۔

دِلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلاف کرام کے ساتھ یہ عقیدت و محبت اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا مصداق بنا دے اور ان بزرگوں کی ارواحِ طیبہ پہ لامتناہی انوار و برکات نازل فرمائے اور محترم مولانا محمد ابراہیم فانی مدظلہ العالی کی یہ تصنیفِ منیف "داغہائے فراق" کو عوام و خواص میں مقبول بنا کر اس علمی گلدستہ کو ان کے میزانِ حسنات میں محبوب فرمائے۔ (آمین)

وللہ الحمد اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف انبیاء وصفوۃ رُسلہٖ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ ومن سعیھم وسلک سلکہم ونحا نحوھم من الائمۃ المجتھدین والعلماء التابعین الیٰ یوم الدین۔

کتبہ : سید علی محمد اسد

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء

تاثرات

از

امیر المجاہدین صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت العلامہ مولانا محمد نبی محمدی زادت معالیہ
قائد حرکت انقلاب اسلامی افغانستان

کتاب مؤلف عزیز القدر ذو الفضائل والفواضل حضرت مولانا فانی صاحب زید مجدہٗ را کہ بہ داغہائے فراق موسوم است مطالعہ نمودم مجمول مشتمل بر ذکر خیر مشائخ عظام وعلماء کرام و ورثۂ برحق حضرت سید الانام بود و در عین حُب آں لآلی معانی در قوالب رنگین شعری الفاظ و مبانی متحقق پذیرفتہ بود، خیلی دلنشین و مایۂ تاثر و دلپذیر گردید حقا کہ وان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ در بارہ آں صادق و بالائق ان مطابق است و مسلماً کہ وسیلۂ نزول رحمت ذاتِ پاک ارحم الراحمین گردیدہ کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ موجب رضائے ذاتِ کبریائی خواہد بود۔

حسب فرمودہ آں محترم سطر چند در قالب شعر بطور تقریظ تحریر و بہ خدمت محترمی تقدیم گردید بہ امید قبول وہو المأمول۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دعا گو

مولوی محمد نبی محمدی عفی عنہ

۱۰ فروری ۱۹۹۹ء

چہ خوش ترتیب قطرِ قیل وقال است

از

زعیم المجاہدین عمدۃ الزمان حضرۃ مولانا محمد نبی محمدی مدظلہ امیر حرکتِ انقلابِ اسلامی افغانستان

خداوندے کہ موصوف الجلال است — زِ بہرِ انتقام ہم ذوالجلال است

ثناؤ حمد بے حدّ و نہایت — نثارِ درگہش کاں لایزال است

وبعدُ می ستائیم آں کسے را — کہ بالحق مظہرِ حسن وجمال است

جمال حُسن و ہم حُسنِ عمل را — بیانِ ہر دو صاحب کمال است

جمیل الخلق اجمال المحاسن — حسین الخلق احسان الفعال است

سلیس الطبع ذوقِ سالم الشعر — سلیم العقل افصح المقال است

غواص بحرِ علم و حلم و تقویٰ — برائے تشنگاں شعرش زلال است

خصوصاً شعرہائش در مراثی — بہ طیرانِ طبائع پر و بال است

زِ خود فانی بہ حق باقی ملقّب — ز القابش نشانِ حسن فال است

چوں او فانی ست اندر علم و دانش — لہذا داغِ فراقش حسبِ حال است

بہ آہ و نالہ و افسوس و حسرت — بہ شور و ولولہ مثلِ بلال است

لہذا تالیف کردہ ایں رسالہ — کہ از حسنِ عقیدت مالا مال است

دراں تفصیل و ذکرِ اہلِ علم است — چہ خوش ترتیب و طرزِ قیل و قال است

نوابغ را چناں تشریح کردہ — کہ از شرحش زبانِ وصف لال است

ازیں تذکارِ خیر و شرحِ حالات — حیاتِ جاودانِ بے زوال است

برائے نسلہا خوش یادگار است — برائے فضلہا بدر و ہلال است

جزاہ اللہ فی الدارین خیراً — حماہ اللہ ز ہر آنچہ وبال است

خداوندا بہ روئے ذاتِ پاکت — نگہدار (محمدی) زانچہ ضلال است

بہ پشتِ حضرتِ سردارِ کونین — وسیلہ ہم چنیں اصحاب و آل است

کہ رحمت کن بہ اہلِ دینِ اسلام — کہ ایں ملت ضعیف و در ملال است

شکوہ و مجدِ اسلافش نماندہ — زبون و زار و او اندر زوال است

الٰہی عظمتش را باز گرداں
بہ روئے آنکہ لولاکش جمال است

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ



الكلمات العطرة

من

الاديب الاريب والخطيب اللبيب المحدث الكبير الشيخ محمد حسن جان المدنی فضیلۃ متعنا اللہ تعالی بطول بقائه

شيخ الحديث بجامعة امداد العلوم الاسلامیہ پشاور

لقد قرأت القصائد "المراثی" التی انشدتموها بمناسبة تعزية بعض المشائخ الكرام رحمهم الله تعالى اجمعين ۔ فاعجبت بها جداً وهز مشاعری وعواطفی ما اشرتم فی خلالها الی الاوصاف والخبايا والقيم الروحية التی كانت تحملها اصحابها الممدوحين ۔

كما راقنی بها المدائح والاناشيد وفصاحة لغتها واسلوبها الجميل الخلاب ولقد احسنتم فی تصحيح ابياتها ثانيا وتقطيعها ويا ليت لو انشدتم مثلها فی بقية مشائخنا الكبار كشيخنا الكاندهلویؒ والشيخ غلام الله خان وغيرهما من الزعماء لكانت قصائدكم كمعجم تاريخی لهؤلاء الاكابر الراحلين ومرجع رائع للباحثين عنهم والراغبين وفقكم الله سبحانه وتعالى لمثل هذه الاعمال القيمه ويجعلها فی حسناتكم وصدقة منكم الی اصحابها المرحومين ويتقبل منكم هذه المساعی الجميلة وهو ولی ذلك والقادر عليه ۔

اخوكم فی الله

محمد حسن جان غفرله ولابويه

٤/١١/١٩٩٧ء

تاثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد رضاء الحق صاحب مدظلہ

مفتی ومدرس دارالعلوم زکریا لینشیا جنوبی افریقہ

محترم برادرم حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی سے میری شناسائی ربع صدی پر یقیناً محیط ہے جب کبھی ان کے والد ماجد صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت کے لیے اکوڑہ خٹک میں ان کے گھر پر حاضری ہوتی تو وہاں مولانا فانی صاحب سے بھی علیک سلیک کا شرف حاصل ہوتا، پھر جیسے جیسے وقت گزرتا رہا شناسائی دوستی اور محبت میں بدلتی رہی، جب فقیر علوم مروجہ سے برائے نام فارغ ہوا اور تخصص کرنے کے بعد جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی (پاکستان) میں عہدۂ تدریس پر مامور ہوا اور عربی اور اردو شاعری یا تک بندی کی شُد بُد ہوئی، اس زمانے کے کچھ بعد مولانا فانی صاحب بھی اس آتشیں سمندر میں کود پڑے اور کبھی کبھار ان کے اشعار مختلف رسالوں میں چھپنے لگے تو فقیر ان کے پڑھنے سے لطف اندوز ہوتا۔ ان کے اشعار کی ساخت اور بناوٹ سے یوں سمجھ میں آتا تھا کہ میری شاعری کی طرح ان کی شاعری بھی استاد کی قید سے آزاد ہے تاہم ایسی شاعری میں جذبات کا خوب انعکاس ہوتا ہے، نقالی یا کسی خاص استاد کے کلام کی حکایت یا تصنع اس میں نہیں پایا جاتا۔

اہل فن خوب جانتے ہیں کہ اچھی اور معیاری شاعری بال سے زیادہ باریک دقیق ہوتی ہے، پھر ایک عالم دین کے لیے حدود کی رعایت اور سوقیانہ پن سے بچنا تو بہت ہی ضروری ہوتا ہے، میں خود بھی جب کبھی غزل لکھتا ہوں تو بہت

سوچ سمجھ کر لکھتا ہوں تاکہ اہل مجاز کے ساتھ اہل حقیقت بھی اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِذٰلِکَ۔

محترم مولانا قانی صاحب کی شاعری بھی سوقیانہ پن اور بازاری الفاظ سے خالی اور پختگی کا شاہکار ہے۔ مولانائے موصوف مختلف زبانوں میں اشعار تحریر فرماتے رہتے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعے میں تین عربی قصائد بھی شامل ہیں۔ مولانا قانی نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ اس مجموعہ (داغِ فراق) پر تنقیدی نظر ڈالوں، کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا، میں اپنے اندر اس کی صلاحیت نہیں پاتا البتہ جگہ جگہ بعض الفاظ اور بعض اشعار بدل ڈالنے کا مشورہ اپنی ناقص رائے کے موافق دیا ہے۔
فقیر نے اس پورے مجموعے پر سرسری نظر ڈالی ہے اور اس مجموعہ کو اہلِ ذوق کی تسکینِ ذوق کا بہترین نسخہ اور اکابرین رحمہم اللہ سے عقیدت و محبت کا بہترین وسیلہ پایا۔

(مولانا مفتی) رضاء الحق عفی عنہ

تاثرات

ممتاز ماہر تعلیم جناب سراج الاسلام صاحب سراج پرنسپل اکوڑہ پبلک سکول اکوڑہ خٹک (نوشہرہ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط اَمَّا بَعْدُ!

علم وادب کے میدان میں محترم حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب کا نام نامی، اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا، بہت عرصہ سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے وابستہ ہیں، یہی تعارف کافی ہے، اسی مادر علمی میں اپنے مرحوم ومغفور والد شیخ القرآن مولانا عبدالحلیم صاحبؒ المعروف "صدر المدرسین" کی آغوش میں پلے بڑھے، یہیں سے فارغ التحصیل ہوئے اور یہیں درس وتدریس کے شعبہ سے منسلک ہوئے، بچپن ہی سے بزرگانِ دین کی صحبت میں رہ کر علم وفضل کی دولت سے مالا مال ہوئے، اپنی ذہانت اور فطانت کے باعث کم عمری ہی میں بڑوں کا سا رتبہ پایا اور طالبان علوم دینیہ میں قبولِ عام کا درجہ حاصل کیا۔ متعدد علمی، ادبی جرائد میں مضامین، نثر ونظم شائع کرنے لگے، خصوصاً ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک کے تو مستقل شاعر ہیں، شعر وسخن کی کسی بھی صنف میں طبع آزمائی کرنا ان کے لیے کوئی مشکل نہیں، اپنی مادری زبان پشتو کے علاوہ اردو، فارسی اور عربی میں بھی آپ کا اشہب قلم جولانیاں دکھاتا رہتا ہے، اردو زبان میں آپ کے منظوم کلام کا مجموعہ "نالۂ دل" کے نام سے حال ہی میں شائع ہو چکا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "داغِ فراق" اُن منظوم مرثیوں کا مجموعہ ہے جو آپ نے ملک کے بلند پایہ علمائے کرام اور بزرگانِ دین کی وفاتِ حسرت آیات پر مختلف مواقع پر لکھے، ان میں سے کچھ فارسی اور عربی کے مراثی بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب یقیناً اردو ادب کے صنفِ مراثی میں ایک قابلِ قدر اضافہ کا باعث ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم فانی صاحب کو تادیر زندہ و تابندہ رکھے تاکہ علم و ادب کے پیاسوں کی پیاس بجھاتے رہیں اور یہی آپ کے نام کی بقا کی صورت ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام

سراج الاسلام سراج اکوڑہ خٹک

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۸ء

شعلۂ نفس



نظم شادی ہو یا نوحۂ غم انسانی جذبات و احساسات کی عکاسی کرتا ہے اور یہ کیفیات روزِ ازل سے روزِ ابد تک انسان کا ساتھ دیتی رہیں گی، البتہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان جذبات و احساسات کا روپ بدلتا گیا۔ زبان کے علاوہ قلم کے لیے بھی یہ میدان ہموار نظر آیا پہلے نثر اور بعدۂ نظم میں ان احساسات کا اظہار ہوتا رہا۔ شاعر خود تو ماحول سے متاثر تھا ہی دوسروں کو بھی اپنے غم و خوشی میں شریک کرنے کے لیے استعارات و تشبیہات سے اپنے کلام کو مؤثر سے مؤثر تر کرتا گیا، مقفیٰ اور مسجع عبارات سے اپنے کلام کو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار تک لے جا کر اپنے حریفوں سے اپنے قلم کا لوہا منواتا گیا۔ رفتہ رفتہ اصنافِ سخن نے وجود پایا اور قصائد اور مناقب کے ساتھ ساتھ رثاء یا مرثیہ نے بھی شہرت پائی اور عربی، فارسی، اردو، پشتو اور دیگر زبانوں میں بھی مرثیہ نگاری کا رواج بڑھتا گیا۔

رثاء یا مرثیہ ان اشعار پر مشتمل ہوتا ہے جن میں میت کے مناقب اور مفاخر بیان کیے جائیں اور اس کے فضائل کا تذکرہ ہو۔ اردو زبان میں زیادہ تر مراثی واقعۂ کربلا کے متعلق لکھے گئے ہیں جن میں میر انیس اور دبیر نے بڑا نام پیدا کر رکھا ہے لیکن مرثیہ درحقیقت کسی عظیم شخصیت محبوب یا استاذ اور اپنے دیگر متعلقین کے بارے میں شاعر اپنے جذبات غم و حزن اور رحلت کرنے والے کے ساتھ عقیدت و محبت کا

اظہار کرتا ہے اور یہ کسی خاص واقعہ کے ساتھ مختص نہیں اُردو، فارسی اور عربی میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں طوالت کے خوف سے یہاں پر ان کے نمونوں سے صرفِ نظر کیا جا رہا ہے۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی
(اقبال)

داغہائے فراق درحقیقت اُن مراثی کا مجموعہ ہے جو راقم نے وقتاً فوقتاً بعض نوابغ رجال اور جلیل القدر ہستیوں کے سانحۂ ارتحال پر موزوں کیے، اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ بندہ نے اردو شاعری میں طبع آزمائی کی ابتدا بھی مرثیہ ہی سے کی، اکتوبر ۱۹۸۰ء میں جب حضرت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو اس عظیم واقعہ فاجعہ پر جو دلی صدمہ ہوا وہ احاطۂ تحریر سے باہر اور زبان اس کی شدت کے بیان سے قاصر ہے، چنانچہ اُسی دن ہی بندہ نے اُن مرحوم کی وفات پر ایک مختصر سا مرثیہ لکھا جو کہ ماہنامہ "الحق" میں "نوحۂ غم بر وفات حضرت مفتی اعظمؒ" کے عنوان سے شائع ہوا، اس کے بعد فارسی میں بھی تک بندی کا آغاز کیا اور اس میں بھی چند مرثیے موزوں ہوئے اور گاہ بگاہ یہ مراثی برصغیر کے مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے، کچھ مرثیے عربی میں بھی لکھے جن کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔

زیرِ نظر کتاب "داغہائے فراق" کے اکثر مراثی مجلہ "الحق" اکوڑہ خٹک میں شائع ہوئے ہیں۔ گو کہ راقم کا ان مراثی کے یکجا کرنے اور اس کو کتابی شکل دینے کا ارادہ نہیں تھا مگر بعض مخلص احباب اور پھر بالخصوص مخدومی و مکرمی مجاہد کبیر حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب شامزئی مدظلہ کی ایماء پر اور خصوصی شفقت و تعاون سے یہ

مختصر مجموعہ منصۂ وجود اور صحیفۂ شہود پر آیا، اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائے جنہوں نے بندہ کی وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی کی، ورنہ ایک غیر اہلِ زبان کے لیے دوسری زبان میں شاعری کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ راقم اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا از حد سپاس گذار ہے کہ آج بندہ اس قابل ہوا کہ اُردو فارسی اور عربی میں اپنے جذباتِ عقیدت اور احساساتِ سپاس اہلِ ذوق حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

راقم نے جن شخصیات پر اپنے قلبی تاثرات پیش کیے ہیں، اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ دوسری عظیم شخصیات اور نابغہ روزگار ہستیوں کے ساتھ بندہ کی عقیدت و محبت نہیں یا ان کے انتقال پر بندہ کو قلبی قلق نہیں۔ اُن سرآمد روزگار رجال جن پر بندہ نے اشعار میں اپنے دلی جذبات کا اظہار نہیں کیا ہے کا سانحہ ارتحال کسی بھی طور ملی خسارہ سے کم نہیں، لیکن جن کو شعر کے بارے میں علم ہے وہ جانتے ہیں کہ بعض اوقات انتہائی کوشش کے باوجود ایک بھی شعر موزوں نہیں ہوتا اور بعض موقعوں پر بغیر کسی داعیہ اور سوچ و تفکر کے پورے قصیدہ یا مکمل غزل کی آمد ہو جاتی ہے۔ بندہ کا ارادہ ہے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، ترجمانِ احناف استاذ عبدالفتاح ابو غدہؒ، خطیب بے مثال حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوریؒ، شہیدِ اسلام حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ، علامۂ وقت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ اور اسی طرح دوسرے کئی حضرات ہیں جن پر مراثی لکھوں لیکن سردست جن پر مرثیے مکمل ہوئے ہیں وہ

یہاں پر نذرِ قارئین ہیں، اُمید ہے کہ اہلِ ذوق میری اس کوشش کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

ناسپاسی ہوگی کہ اگر میں امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد نبی صاحب محمدی مدظلہ کا شکریہ ادا نہ کروں کہ انہوں نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے اپنے تاثرات اور احساسات منظوم شکل میں بھیج دیئے، راقم کے پاس الفاظ نہیں کہ آپ کے اس لطف واحسان کا شکریہ ادا کرے۔ اسی طرح المجاہد فی سبیل اللہ، استاذی المکرم مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی مدظلہ کا بھی سپاس گذار ہوں جنہوں نے بندہ کی معمولی گذارش پر مفصل اور مبسوط تقریظ تحریر کرکے زیبِ قرطاس فرمائی حالانکہ ان کی گوناگوں جہادی مصروفیات اور بوقلمون علمی مشاغل اس کے متقاضی نہیں تھے۔ میری خوش نصیبی ہے کہ کتابت کے دوران جنوبی افریقہ سے برادر محترم حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے اپنے تاثرات سے نوازا۔ علاوہ ازیں مشہور ماہرِ تعلیم، مؤرخ، ادیب ونقاد اور ممتاز غالب شناس جناب سراج الاسلام صاحب سراج نے اس پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

بہرحال داغہائے فراق عقیدت ومحبت کے پھولوں اور تعزیت کے آنسوؤں کا مجموعہ ہے جسے راقم آثم ان بزرگانِ ملت کی بارگہِ ناز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ ع

گر قبول اُفتد زہے عزّ وشرف

آخر میں اللہ رب العزت کے حضور دستِ بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے درجات بلند فرمائے اور ان مرحومین کے نعم البدل سے

نوازتے ہوئے ان کے طفیل ہماری دنیا و آخرت سنوارے۔ آمین

؎ زمیں لوگوں سے خالی ہو رہی ہے
یہ دورِ آسماں دیکھا نہ جائے

؎ پُرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے

طالبِ دُعا!

مُحمّد ابراھیم فانی

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۲ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ

۲ مارچ ۱۹۹۹ء

محقق نکتہ بیں

بیا حضرت علامہ عبدالوحید قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند



مضطرب ہر کہ آں پیر و جواں خویش و بعید
آں ادیب بے بدل علامہ عبدالوحید

در فطانت بے مثیل و در ذہانت بے عدیل
گوہر دریائے علم و دُرِّ یکتا ناپدید

آں محقق نکتہ بین و شاعرِ شیریں سخن
در تفقہ بے نظیر و در خطابت ہم فرید

ہمچو رازیؒ در تکلم ماہرِ علمِ قرآں
در حصول ایں مفاخر بارِ محنتہا کشید

فَائِقُ الْاَقْرَانِ عِلْمًا مَا رَأَیْنَا مِثْلَہٗ
یَا اِلٰہَ الْمُجْتَبٰی فَارْزُقْہُ الْعَیْشَ السَّعِیْد

حسرتا خاموش شد آں شمع بزم و انجمن
رفت از دار الفنا یا رب بروزِ فطر و عید

برقِ خاطف آمدہ از ہجرِ او بر اہلِ دیں
وقتِ رستاخیز آمد بر دلِ فانی شدید



مرحوم بندہ کے ماموں ہیں۔ آپ اردو، عربی، فارسی اور پشتو کے بہترین شاعر، انتہائی ذکی اور ذہین وفطین تھے، نہایت ہی کم عمری میں تحصیلِ علوم سے فراغت حاصل کی۔ آپ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو مولانا نظیر جیل کے ہاں زروبی (ضلع صوابی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے جید علماء کرام سے حاصل کی، جن میں مولانا حبیب اللہ عرف صاحبِ حق صاحبؒ زروبی، مولانا عبدالرؤف صاحبؒ عرف کڈی مولوی صاحب، مولانا سکندر خان صاحبؒ اور بندہ کے والدِ محترم صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۶۴ھ میں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں سے کتبِ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ اور رحمانیہ دہلی سے تدریس کا آغاز کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ ہوگئے۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ۹ نومبر سنہ ۱۹۴۹ء کو اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور میں عربی استاذ مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اپنے گاؤں زروبی آگئے یہاں پر سکول میں پڑھانا شروع کیا اور ساتھ ساتھ درسِ نظامی کی کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۶۹ء کو عید الفطر کی صبح آپ کا انتقال ہوا اور متکلم عصر صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

مولانا عبدالوحید قاسمیؒ

کیا ستم یارب یہ دورِ آسمانی کر گیا
دل ہمارا آہ وقفِ خوں فشانی کر گیا

دُرِ یکتا ناپدید علامہ عبدالوحید
اس سرائے دہر سے نقلِ مکانی کر گیا

ہر طرف آہ و بکا ہے چار سُو فریادِ غم
چرخِ نیلی فام یہ نامہربانی کر گیا

نالہ زن ہیں آج سب پیر و جواں سب عام و خاص
اُف خدایا کیا یہ ہجر ناگہانی کر گیا

اپنے علم و فضل اور معجز بیانی کے طفیل
ایک مدت تک دلوں پر حکمرانی کر گیا

اپنی غیرت اپنی عظمت اور خطابت کے طفیل
نام اپنا دہر میں یوں جاودانی کر گیا

دستِ بیدادِ اجل کے سامنے بے دست و پا
حسرتا خاموش وہ سیلِ معانی کر گیا
الاماں ہے اک قیامت قاسمی تیرا فراق
غرق دریائے اَلَم عالم کو فانیؔ کر گیا

مرحوم پشتو کے علاوہ اردو عربی اور فارسی کے بہترین اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ایک نعت کے یہ اشعار کتنے دلکش ہیں ؎

عجب خلقِ محمدؐ ہے عجب شانِ محمدؐ ہے — سحر نورِ محمدؐ ہے شرف جانِ محمدؐ ہے
کسی کا ہو کوئی درباں کسی کا کوئی درباں ہو — جناب حضرتِ جبریل دربانِ محمدؐ ہے
صدائے ربِّ نفسی جبکہ سب انساں لگے کہنے
ندائے اُمّتی یا ربّ اعلانِ محمدؐ ہے

اور بطورِ نمونہ اردو مرثیہ کے چند اشعار جو کہ آپ نے اپنے ایک دوست کی والدہ کے انتقال پر لکھے ہیں ملاحظہ ہوں ؎

ہستی ہست گئی مادرِ سلطان گئی — چلی بحکمِ قضا سوئے آں جہاں گئی
یوں تو ہر شخص کو ایک دن فنا ہونا ہے — لیکن مرحومہ بہت تشنۂ ارماں گئی
سکونِ قلب سدا ان کو ہو نصیب وحید
بقیدِ عفو و کرم وہ جو ناتواں گئی

(فانیؔ)

فاضلِ یگانہ!

بیادِ علامہ عبدالوحید قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ

فاضل و عالم یگانہ اک ادیب بے بدل
باحمیت خود شناس و باضمیر و باعمل

مستقل ان کا ارادہ عزیمت پر عمل
اور تھی تلقین بھی اس رہ پہ بے باکانہ چل

اُن کی ہر للکار تھی باطل پہ اِک ضربِ کلیم
ان کا ہر ہر قول جامع بات بھی ضرب المثل

وہ فطانت میں بھی یکتا وہ ذہانت میں فرید
ہوگئے ہم سے جُدا از دستِ بیدادِ اجل

دردِ دل کا حال کیسے ہو بیاں اے جانِ من
ہوتا ہے افزوں یوں لمحہ بہ لمحہ پل بہ پل

صاحبِ فہم و ذکا و آشنائے سرِّ دیں
ان کی ہر تقریر تھی فائق بہ موقع برمحل



بسملِ ختمِ نبوّت

بیادِ خطیبِ اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ



بسملِ ختمِ نبوت وہ خطیب باکمال
بہر باطل برق خرمن سوز تھے بے قیل و قال

زندگی بھر دشمنانِ دین سے لڑتا رہا
اُن کی عظمت بے نظیر اور اُن کی جرأت بے مثال

فقرِ بوذرؓ کا نمونہ وہ شہِ اقلیم حلم
عاشقِ روئے نبی صدیق و فاروقی خصال

صورت و نقش جمیل آسوۂ اسلاف وہ
خدمتِ دیں میں گذارے عمر کے سب ماہ و سال

وہ امیرِ کاروانِ اہلِ عزم و اہلِ شوق
ان کی شخصیت تھی کتنی پُر شکوہ و پُر جلال

ان کی ہر تقریر تھی مرزائیت کو پیکِ موت
اپنے رنگ میں جب بیاں کرتے تھے اُن کے خدوخال

ماہرِ علمِ شریعت اِک مجاہد سرفروش
پیکرِ علم و بسالت باوفا و خوش مقال
رحلت اُن کی فانیؔ عاجز ہے مِلّی سانحہ
اس جُدائی پر ہیں اہلِ دردِ دین وقفِ ملال



آپ قصبہ لدھے پور آدنیاں میں ۱۸۹۵ء کو حاجی محمد ابراہیم کے گھر پیدا ہوئے، سندِ فراغ حضرت علامہ کشمیری سے حاصل کی، مجلسِ احرار کے اسٹیج سے انگریزوں کے خلاف آزادیٔ وطن کی پاداش میں تین سال کیلئے قید کر دیئے گئے ۱۹۳۵ء میں جالندھر سے ہجرت کر کے تحصیل حاصل وقفہ آباد آئے اور پھر ملتان کو اپنا مستقر بنا لیا۔ مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے آپ پہلے ناظمِ اعلیٰ تھے، ۱۹۵۳ء میں تحفظِ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں دوبارہ پابندِ سلاسل کر دیئے گئے، ۱۹۷۰ء میں نائجیریا میں ختمِ نبوت کا مستقل دفتر قائم کیا، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے، ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ تفصیلی حالات کے لیے کتاب "مولانا محمد علی جالندھریؒ" مرتبہ ڈاکٹر نور محمد غفاری ملاحظہ ہو۔

امیرِ شریعت

یادِ مولانا سید گل بادشاہ رحمہ اللہ امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد



بہرِ باطل تیغِ بُراں سیدِ احرار تھے
کاروانِ حق کے گویا قافلہ سالار تھے
اک خطیبِ شعلہ پرور اک مجاہد سر بکف
واقفِ اسرارِ دیں گنجینۂ انوار تھے



مولانا سید گل بادشاہ صاحب جنوری ۱۹۱۲ء کو مولانا سید فضل الرحیمؒ کے ہاں سواڑیاں خورد ضلع مردان میں پیدا ہوئے، ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۰ جولائی ۱۹۷۳ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے سانحۂ ارتحال پر مولانا سمیع الحق صاحب نے ماہنامہ الحق کے تعزیتی شذرہ میں یوں لکھا:۔

"۱۰ جولائی ۱۹۷۳ء کو بطلِ جلیل مجاہدِ غیور مولانا سید گل بادشاہ صاحب امیر جمعیۃ العلماء اسلام سرحد کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔۔۔۔ آپ نے ساری زندگی جہادِ آزادی، باطل کے تعاقب اور اعلاءِ کلمۃ اللہ میں گذاری۔ صوبہ سرحد میں وہ جمعیۃ کے اوّلین اور اساسی دعاۃ میں سے تھے، آخر دم تک علماء کی سربلندی اور جمعیۃ کے مقاصد کی تکمیل ان کا اوڑھنا بچھونا رہا۔۔۔۔ وہ شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے معتمدین میں سے تھے۔ جنگِ آزادی کے یہ نڈر مجاہد ہر لادینی فتنہ کے سامنے سینہ سپر رہے اور قید و بند کے مرحلوں سے بھی گذرے"۔ (ماہنامہ "الحق" جولائی ۱۹۷۳ء)

آپ کا اصل نام سید لطیف الرحیم تھا۔ مشہور احراری خان غازی کابلی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: "ان کا آبائی نام سید لطیف الرحیم تھا اور جب انہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے اپنی فرزندی میں لے لیا اور آپ کا نام سے دیوبند سا تھے لئے تو سید گل بادشاہ رکھا۔۔۔۔ آپ ایک اچھے صحافی بھی تھے اور قیامِ پاکستان سے قبل پشاور سے انہوں نے صداقت کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا تھا۔۔۔ خان قیوم کے عہد میں دار و رسن کا امتحان بھی پایا یعنی جتول وظیفہ خوار بہادر شاہ ظفر جیسا غالب

قد و گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے — جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

(کاروانِ آخرت ص ۱۰۳)

فقرِ غیور و سراپائے جمال

امیر جمعیۃ مولانا سید گل بادشاہ صاحب قدس سرہٗ کی یاد میں

اے شہنشاہِ خودی اے حق پرستوں کے امام
تیری خود داری کی عظمت تیری غیرت کو سلام

تیری ہر للکار تھی باطل پہ اک برقِ تپاں
ظالم و جابر حکمراں تجھ سے تھا خائف مدام

بستی بستی شہر و قریہ تیری تقریروں کی دھوم
ہر گلی میں تو نے پہنچایا جمعیۃ کا پیام

گونجتی ہے اب بھی کانوں میں حجازی لَے تری
اللہ اللہ ذوقِ قرآں واہ وہ شیریں کلام

مردِ حُر تھا باتِ حق ہر حال میں کہتا رہا
بر سرِ دار و رسن اور بر سرِ بالائے بام

حریتِ اخلاص و ایفا کی تھے اِک زندہ تصویر
آفریں صد آفریں وہ فاقہ مستی کا خرام

فکرِ شیخ الہندؒ کا وہ کیوں نہ ہوگا پاسدار
دیو بند میں جو رہا سیّد حسینی کا غلام
بارہا جھیلے مصائب سختیاں زندان کی
راہِ حق میں صَرف کر دی زندگی کی صبح و شام
ہائے وہ طرزِ تکلّم آہ وہ رنگِ بیان
ہائے وہ پُر کیف و پُر تاثیر ادائے ابتسام
اب کہاں ہے وہ رُخِ انور سراپائے جمال
تشنہ کاموں کیلئے تھے ساقیؒ بادہ بجام
از غم و آلامِ دنیا شکوہ سنج ہوتے نہیں
جن کے دل میں بس گئی ہو نعتِ خیر الانام
رُوح پیاسی کی خدایا دم بدم ہوں رحمتیں
فانیؔ بیچارہ ہو خلدِ بریں اس کا مقام



شہیدِ ختمِ نبوت

بیادِ شہادت مولانا سید شمس الدین صاحب شہید

وہ جو اک مردِ مسلماں تھا شہادت پا گیا
قادرِ مطلق سے یہ زریں خلعت پا گیا

جان کی بازی لگائی بہرِ قرآنی نظام
حشر تک زندہ رہے گا ایسی عظمت پا گیا

زندگی میں شمسِ دیں کے نام سے جیتا رہا
اب خطابِ شمسِ دین و شمسِ ملت پا گیا

راہیٔ خلدِ بریں ہے یہ قتیلِ بے گناہ
مرحبا صد مرحبا اعزازِ جنت پا گیا

صدق و اخلاص و وفا کا پیکر و نقشِ جمیل
گلشنِ فردوس میں جاوید عزت پا گیا

ظالم و جابر حکمران کیلئے تھے پیکِ موت
آہ زیرِ خاک ہے مرگِ سعادت پا گیا

فانئ بے چارہ وہ تو داغِ فرقت دے چلا
صد مبارک باد خود آغوشِ جنت پا گیا
میرزائی دجل جن سے خائف و ترساں رہا
عمر بھر آئینِ قرآں کے لیے کوشاں رہا



آپ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کو صوبہ بلوچستان ضلع ژوب کے شہر فورٹ سنڈیمن میں پیدا ہوئے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور یہاں دو سال تک رہے اس کے بعد "نصرت العلوم" گوجرانوالہ اور "مخزن العلوم" خانپور سے سندات حاصل کیں۔ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے، ۱۲ مارچ ۱۹۷۴ء کو آپ شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے متعلق تعزیتی شذرہ میں مولانا سمیع الحق صاحب رقمطراز ہیں۔

"انہوں نے شاہ ولی اللہؒ سے لے کر شیخ الہندؒ تک قافلہ سالارانِ حریت اور علمبردارانِ عزیمت کی سنتوں کو تازہ کیا، جس سلسلۃ الذہب سے آپ وابستہ ہوئے اُن کی سیرت میں سوائے جہد و جہاد اور صبر و استقامت، ابتلاء و محن اور دعوت و عزیمت کے اور کسی بات کی گنجائش ہی نہیں، مولانا شمس الدینؒ بھی اپنے پیشروؤں کی طرح عاش سعیدًا ومات سعیدًا کے مصداق بن گئے" (کاروانِ آخرت ص ۱۱۱)

عالمِ عالی وقار

بیادِ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب کوٹھوی رحمۃ اللہ علیہ



اس جہاں سے چل دیئے اک عالمِ عالی وقار
تھا اکابر کا نمونہ اور سلف کی یادگار

اُٹھ رہے ہیں اب جہاں سے قدسیوں کے قافلے
اور رخصت ہو رہے ہیں آہ وہ مردانِ کار

آسمانِ فضل و تقویٰ کے تھے خورشید و قمر
گلستانِ علم و عرفاں کے لیے بادِ بہار

اپنے اشیاخ و اکابر کا رہا جو مدح خواں
تذکرے رہتے تھے ان کی بزم میں لیل و نہار

شاہِ کشمیریؒ کا وہ محبوب تلمیذ و رفیق
جن سے تھی ڈابھیل کی یہ جامعہ رشکِ بہار

شیخ عثمانیؒ ہو یا کہ مولوی حیدر حسنؒ
اکتسابِ فیض ان سے کر دیا ہے بار بار

زندگی کی وقف اپنی دینِ قیم کے لیے
اور خمستانِ مجازی کا رہا وہ میگسار

یاد آتی ہے خدایا ان کی نورانی جبیں
پیکرِ اخلاص و الفت وہ سراپائے وقار

شاد اس کی روح ہو اب عالمِ ارواح میں
مہبطِ انوارِ حق ہو ان کا روز و شب مزار

فانیؔ بیچارہ ہو خلدِ بریں ان کا مقام
اور ہو جنت مکاں یہ مولوی عبد الجبار



آپ ۱۳۰۰ھ کو موضع کوٹھے ضلع صوابی میں پیدا ہوئے۔ ریاست ٹونک میں مولانا سیف الرحمن مہاجر کابل سے کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان صاحب سے صحاح ستہ میں سندِ حدیث حاصل کی، فراغت کے بعد ہندوستان میں بمقام نوساری ضلع گجرات تدریس و خطابت کا آغاز کیا، وہاں چند سال گذارنے کے بعد اپنے وطن تشریف لائے اور پشاور میں تدریس پر مامور ہوئے، اسی قیام پشاور کے دوران محدثِ عصر مولانا سید محمد یوسف بنوری اور مولانا حافظ محمد ادریس طوروی رحمہما اللہ سے آپ نے چند کتابیں پڑھیں۔ آپ کی بیعت کا تعلق حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے ساتھ تھا۔ ۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو آپ کی روح قیدِ تن سے جدا ہو گئی۔

شارح قول و حدیث مصطفیٰ

بیاد محدث عصر علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ

تو چہ دانی بر دلِ ما ما جرائے رفت حیف
بر وفاتِ شیخِ ما رنگیں ادائے رفت حیف

آں امینِ علمِ انور شاہؒ و عکسِ نقشِ او
شارحِ قول و حدیثِ مصطفائے رفت حیف

چرخِ نیلی فام میگوید بعزمِ او سلام
یک زعیم ملک و ملت مقتدائے رفت حیف

آں کہ بودہ ساقیٔ مہوش برائے تشنگاں
حسرتا پیرِ مغاں آں دلربائے رفت حیف

یک مفسر یک محدث یک مجاہد بے بدل
آں خطیبِ بارع و آتش نوائے رفت حیف

بس شبیہ یوسفِ کنعاں عدیلِ حسنِ او
خندہ رو آں مہ جبین و مہ لقائے رفت حیف

خوش خصال و خوش جمال خوش لباس و خوش مقال
حق شعار و حق شناس و حق نمائے رفت حیف

شد ز جہد او خجل ایں نسلِ مرزا قادیاں
بہرِ باطل تیغِ بُراں و بلائے رفت حیف

من کہ فانیؔ میکنم فریاد و نالہ روز و شب
عالمِ ربانی زیں حسرت سرائے رفت حیف



بروز جمعرات ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو آپ مردان کے قریب مہابت آباد نامی گاؤں میں پیدا ہوئے سلسلۂ نسب نویں پشت میں جدِ امجد عارف محقق سید آدم بنوری قدس سرہ العزیز کی وساطت سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ سید آدم بنوریؒ تک سلسلۂ نسب یوں ہے: سید محمد یوسف بن سید محمد زکریا بن میر مزمل شاہ بن میر احمد شاہ بن میر موسیٰ بن غلام حبیب بن رحمت اللہ شاہ بن حضرت محمد اولیاء ابن سید السادات مخزن اسرار الٰہی سید آدم بنوری محمد اسماعیل ..... الخ

مؤرخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء / ۳ ذیقعدہ کو آپ کا سانحۂ انتقال پیش آیا۔ تفصیل کے لیے ماہنامہ بینات کا بنوریؒ نمبر ملاحظہ ہو۔

محدّث بے مثیل

بیادِ حضرت محدّثِ عصر علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہٗ

اے محدّث بے مثیل و وارثِ خیر الانامؐ
تیری عظمت ہے مسلّم بے خلاف و بے کلام

تو علومِ شاہِ انورؒ کا امیں ہے بالیقیں
علم و تقویٰ و تدیّن بلکہ ہے اونچا ترا نام

قدوۂ اہلِ عزیمت مقتدائے عارفاں
فخرِ سیدِ آدم بنوریؒ عالی مقام

وہ سراپائے جمالِ یوسفی وہ خوش خصال
چل دیئے دار الفنا سے جانبِ دار السلام

روز و شب درسِ احادیث و قرآں نشرِ علوم
لمحہ لمحہ دینِ قیّم کی یہ خدمت صبح و شام

وہ معارف کا خزینہ وہ نگینِ اہلِ دل
ہر طرف فانیؔ رواں ہے جاری ان کا فیضِ عام



ہجرِ یوسف

بیادِ محدثِ عصر حضرت العلامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ العزیز



کیوں نہ ہو گا دہر با خونِ جگر ماتم کناں
چل دیئے دُنیائے دُوں سے یوسفِ عصر و زماں
وقتِ ماتم اس "شہیدِ" علم پہ پیر و جواں
خانۂ اندوہ ہے اس مرگ پر سارا جہاں

جانشین و پرتوِ آں شاہِ انورؒ ہے کہاں
عکسِ رازیؒ و غزالیؒ ان کا مظہر ہے کہاں

وہ مجاہد سربکف تھے وہ امیرِ قافلہ
روز و شب درسِ احادیث و قرآں تھا مشغلہ
قابلِ صد رشک تھا یہ ذوق و شوق و ولولہ
باوجود ضعف و پیری واہ واہ یہ حوصلہ

کوہِ حمیت خودی وہ بحرِ زخّارِ علوم
ذات جن کی درحقیقت مرکز و دارِ علوم

قادیانیت پر زد کاری لگائی آپ نے
عشقِ محبوب خدا کی مے پلائی آپ نے
داستاں اُلفت کی تو رنگین بنائی آپ نے
عزم و ہمت کی عجب دنیا بسائی آپ نے

حیف اب خاموش وہ شمع و چراغِ آگہی
کون دے گا اب، ہمیں ساقی ایاغِ آگہی

عاشقِ ختم الرسلؐ شیدائے روئے مصطفیٰؐ
شارحِ و رمز آشنائے گفتگوئے مصطفیٰؐ
گو بظاہر یاں تھا لیکن دل بسوئے مصطفیٰؐ
مرحبا صد مرحبا یہ آرزوئے مصطفیٰؐ

آہ رخصت ہو گیا فانیؔ وہ فخرِ دیوبند
جو سدا رہتا تھا بہرِ دینِ قیّم دردمند



نقشِ وفا



بیادِ مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہٗ

وہ مردِ مومن صاحبِ صدق و صفا کہاں گئے
وہ رہبرِ اسلامیاں وہ رہنما کہاں گئے

وہ مفتیٔ دینِ متین وہ خادمِ شرعِ مبین
وہ دل کشا و دل نشیں وہ دل ربا کہاں گئے

وہ عاشقِ ختم الرسلؐ وہ فخرِ اقوام و ملل
وہ پیکرِ علم و عمل وہ مرتقا کہاں گئے

وہ بحرِ ذخارِ کرم وہ فضل و تقویٰ کے قلم
عالی جناب و محترم وہ پارسا کہاں گئے

وہ عزم کے کوہِ گراں ملت کے مخلص پاسباں
ہاں وہ امیرِ کارواں نقشِ وفا کہاں گئے

وہ بوذرؓ و سلمانؓ صفت وہ جوہرِ حقانیت
خوددار و عکسِ حریت حق آشنا کہاں گئے

وہ واعظ شیریں سخن وہ نازش و فخرِ وطن
فانیؔ وہ شمعِ انجمن مردِ خدا کہاں گئے



آپ کے بارے میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' اپنے تعزیتی نقشِ آغاز میں تحریر فرماتے ہیں: "وہ چودہویں صدی کے اس قافلہ صدق وصفا اور کاروانِ جہادِ عزیمت کے آخری جرنیل تھے جسے شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہیدؒ نے ترتیب دیا اور جس کو حافظ ضامن شہید، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مضبوط اور مستحکم کیا، اور جس کے سالاروں میں حضرت شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ شامل تھے۔ اس جماعتِ حقہ کی تمنیات کو برقرار رکھنے اور اس قافلہ تسلیم ورضا کے جہاد وعزیمت، علم و عمل، استقامت و ایثار، اخلاص وقربانی کی امانتیں حضرت مفتی صاحبؒ نے چودہویں صدی کے اختتام پر پندرہویں صدی کی دہلیز تک پہنچادیں تاکہ نئی صدی میں اپنے قابلِ فخر اسلاف کے مشن پر چلنے والوں کے لیے یہ چیزیں متاعِ عمل اور سرمایۂ نجات بنی رہیں۔ آن کی ہمہ گیر اور جامع شخصیت نئی صدی میں دعوتِ عمل کا کام دیتی رہے گی"۔ (الحق اکتوبر نومبر ۱۹۸۰ء)

۱۲ ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

نوحۂ غم بر وفات حضرتِ مفتیٔ اعظمؒ



آفتابِ علم و حکمت ضوفشاں جاتا رہا
ملتِ بیضاء کا مخلص پاسباں جاتا رہا
سوئے علیین مخدومِ جہاں جاتا رہا
مفتیٔ محمود محمودِ زماں جاتا رہا

حیف مے خانہ تہی ہے گردشِ ساقی نہیں
بزم آرائی نہیں شوقِ سبوحی باقی نہیں

آبروئے بزمِ گیتی نیرِ صبحِ زمن
واقفِ رمزِ سیاست شمعِ تہذیبِ کہن
پیکرِ صدق و صفا تھے گوہرِ یکتائے فن
جن کی شخصیت تھی اپنی ذات میں اک انجمن

نازشِ محمودؒ و قاسمؒ آہ رخصت ہو گیا
مردِ مومن مردِ حق آگاہ رخصت ہو گیا

کوہِ استقلال و ہمت اے ہمالۂ وقار
اے زعیمِ ملک و ملت حق شناس و حق شعار
تاجدارِ فقر تو صبر و رضا کے شاہکار
حضرتِ شیخِ اسیرِ مالٹا[1] کی یادگار
بوذرؓ و سلمانؓ کی زندہ نشانی آپ ہیں
عزم و ہمت میں مجدد الفِ ثانی آپ ہیں



[1] اسیرِ مالٹا شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

عاشقِ ختم الرسلؐ تھے چل بسے

بیاد حضرۃ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ



اِک فقیہِ بے بدل تھے چل بسے
صاحب علم و عمل تھے چل بسے

واقفِ رمزِ سیاست بالیقیں
ناشرِ حق بر محل تھے چل بسے

ہمسرِ رازیؒ غزالیؒ حق شناس
زیبِ بزمِ آب و گل تھے چل بسے

عالمِ اسلام کے بطلِ جلیل
نعمت رب اجل تھے چل بسے

اِک مجاہد سر بکف روشن ضمیر
عاشقِ ختم الرسلؐ تھے چل بسے

فخر جن اسلاف پر کرتے ہیں ہم
اُن کے وہ نعم البدل تھے چل بسے

نابغۂ عصر و سر آمد روزگار
اہلِ عرفان اہلِ دل تھے چل بسے

جن سے لرزاں تھا فرنگی سامراج
نازِ اقوام و ملل تھے چل بسے

سینۂ فانیؔ ز فرقت داغ داغ
مفتیؒ مارشکِ گل تھے چل بسے



ضیغمِ اسلام

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی قدس سرہٗ

ضیغمِ اسلام و حُرِّ باطل شکن
سیفِ حق صمصامِ دین بہرِ فتن
سر بکف روشن ضمیر و حق شعار
بارہا افتاد در بحرِ محن

۱۸۹۶ء کو بمقام بفہ ضلع ہزارہ میں حکیم سید گل صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے، ۱۹۱۵ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۹ء کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر اساطین علم و فضل سے سندِ حدیث حاصل کی، فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند میں معاون مدرس رہے۔ استخلاصِ وطن کی جدوجہد میں ۱۹۳۲ء کا پورا سال بحن جیل میں گذارا، مجلس احرار کی تشکیل میں آپ کا اساسی کردار رہا، علامہ مشرقی کے فتنہ کی سرکوبی کے لیے بھی کمربستہ رہے۔ سول نافرمانی کی تحریک میں ۱۹۳۲ء کا سال ڈیرہ اسمٰعیل خان جیل میں گذارا، ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا، ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء اسلام کو از سرِ نو منظم کیا۔ ۶۴-۱۹۶۵ء میں مجمع البحوث الاسلامیہ مصر میں شرکت

(باقی حاشیہ ص۵۳ پر)

رشکِ شہنشاہاں

بطلِ حریت مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہٗ کی یاد میں

بطلِ حریت کا تھا وہ ضیغمِ اسلام تھا
زُلف و رُخسارِ نبی کا جو اسیرِ دام تھا
خرمنِ باطل پہ تھی تقریر ان کی مثلِ برق
وقت کا فرعون اُن سے لرزہ براندام تھا

وہ فقیرِ بے نوا رشکِ شہنشاہاں رہا
خضرِ راہِ آبِ حیواں بہرِ گمراہاں رہا

ہے کہاں وہ مردِ حُر وہ مردِ مومن حق پسند
افتخارِ دین و ملت افتخارِ دیوبند
بارہا جھیلے مصائب بہرِ دینِ مصطفیٰ
وہ اسیری میں بھی کرتا تھا صدائے حق بلند

اُن کی حریت کے جذبے کو دبا سکتا تھا کون؟
اُن کو حق گوئی کے رستے سے ہٹا سکتا تھا کون؟

دینِ قیّم کیلئے وہ سربکف تھے جاں فروش
باوجودِ ضعف و پیری سخت جان و سخت کوش
سامنے باطل کی ہو گی کیسی وہ جاں سرنگوں
جو خمستانِ حجازی کا رہا ہو بادہ نوش

رُوح تیری شاد ہو اے حق پرستوں کے امیر
کاروانِ جمعیۃ کے "فاقہ مستوں" کے امیر

میرزائی دجل و طغیان ازبام لب تُو نے کیا
سیلِ فتنۂ رفض بھی ناکام لب تُو نے کیا
آہ فانی! رُوح پر تیری ہزاروں رحمتیں
درسِ حریت کا ہر جا عام لب تُو نے کیا

شہرہ تیری حق پسندی کا ہے اب آفاق میں
نام ہے زندہ ترا تاریخ کے اوراق میں



(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ سے)
کی، سنہ ۱۹۶۲ء میں آپ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے اور اس کے بعد سنہ کے انتخابات میں شکست
جیت کر اسمبلی میں پہنچے، آپ میدانِ سیاست کے ہنگاموں اسٹیج کے شور و شر، بحث و مناظرہ کی
گرماگرمی کے ساتھ ساتھ زہد و ریاضت، اوراد و وظائف، شب بیداری اور اپنے رب سے
سوز و گداز کے روابط کو برقرار رکھے تھے جو اس دور میں عنقا سے کم نہیں۔ فروری سنہ ۱۹۸۱ء میں
آپ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔ تفصیلی حالات کے لیے "کاروانِ آخرت" اور "مشاہیر علماء دیوبند"
ملاحظہ ہوں۔

نذرِ عقیدت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

آج پھر گل ہو گیا ہے بزمِ ہستی کا چراغ
یعنی شیخ زکریا وہ حضرت عالی دماغ

نازش و فخرِ وطن تھے شاہِ ہفت اقلیمِ دیں
روز و شب تبلیغ سے ہرگز نہ تھا اُن کو فراغ

عمر بھر حق سے رہی میخانۂ وحدت میں دھوم
اب نہیں ملتا مجھے ان فاقہ مستوں کا سراغ

ہم غریبوں پر گذرتی کیا ہے اے ہمدم نہ پوچھ
شق گریباں دل تپاں ہیں اور سینوں پر ہیں داغ

جنت البقیع میں آسودہ ہے وہ قطبِ زمن
زیرِ دامانِ نبیؐ تا حشر تابندہ چراغ

ہو گئی ہجرت قبول اُن کی درِ غفار میں
حشر تک سویا رہے گا مہبطِ انوار میں

اے زمینِ طیبہ تیری گود میں ہے محوِ خواب
عاشقِ ختم الرسلؐ دانائے اسرارِ کتاب

کر دیئے آباد ویرانے خدا کے ذکر سے
ہو گئے دین آشنا وہ مست رندانِ شراب

مشرق و مغرب میں پھیلایا خدا کے دین کو
ان کے فیضانِ نظر سے ایک دُنیا فیضیاب

ناتواں پیکر تھا لیکن تھا سراپا سوزِ عشق
کر دیا پیدا دلوں میں اضطراب و انقلاب

آہ اے ماہِ فلک اور آہ اے چرخِ بریں
اُٹھ گیا عالم سے علم و فضل کا وہ ماہتاب

حلقہ ہائے علم وفن میں شورِ موجِ اضطرار | اور بزمِ زیست ہے بے کیف و رنگ بے آب و تاب
اس کا ہر بُنِ مو ہو یارب جنت الفردوس میں | اور ہو خُلد آشیاں اے مالک یوم الحساب
فانیؔ بیچارہ ان کی موت پر وقفِ ملال | یہ جہانِ علم و حکمت آفتاب و ماہتاب

جن کی محفل میں ملا کرتا تھا جامِ انگبیں
بن گئیں وہ ہستیاں شہرِ خموشاں کے مکیں



برکۃ العصر ریحانۃ الہند شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ ۱۱ رمضان ۱۳۱۵ھ کو مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے ہاں کاندھلہ میں پیدا ہوئے تمام تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور اپنے والد مولانا محمد یحییٰؒ سے ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔ ۱۳۳۵ھ میں باقاعدہ تدریس کا آغاز مظاہر العلوم سہارنپور سے کیا، شیخ الحدیث کا خطاب آپ کو اپنے شیخ مولانا خلیل احمدؒ نے عطا کیا۔ آپ نے سو کے قریب مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے تھا اور ان کے خلیفہ مجاز تھے، علاوہ ازیں حضرت رائے پوریؒ نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا تھا۔ ۲۵ رمئی ۱۹۸۲ء/ ۱ رشعبان ۱۴۰۲ھ کو آپ مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

تفصیل کے لیے "سوانح شیخ الحدیث" مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ ملاحظہ ہو۔

اے خدایا حشر سے پہلے قیامت آ گئی

بر: حضرت قبلہ گاہ محترم متکلمِ عصر علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ العزیز



وقتِ رخصت آ گیا لو شامِ غربت آ گئی
اے خدایا حشر سے پہلے قیامت آ گئی

بن ترے مخوف ہے اب میرے لیے یہ کائنات
رونقِ بزمِ جہاں سے مجھ کو وحشت آ گئی

جس قیامت خیز لمحے کا تصور تھا مہیب
وہ گھڑی بھی آ گئی اللہ وہ ساعت آ گئی

کس طرح ہوگا شگفتہ غنچۂ خاطر مرا
باغِ دل پر اب خزانِ ہجر و فرقت آ گئی

کس طرح کاٹیں گے یارب اب یہ تنہائی کے دن
یک بیک یہ کیا ہوا یہ کیسی آفت آ گئی

تھم تو جاتے روئے گل سے سیر میں ہو تا ذرا
گردشِ دوراں سے لب پر یہ شکایت آ گئی

آہ فانی جا رہا ہے جانب دارالبقاء
اُف یہ خون آشام منظر کیسی حالت آگئی



آپ موضع زروبی ضلع صوابی کے مشہور علمی خانوادے میں سنہ ۱۹۰۸ء کو مولانا خلیل الرحمٰن کے گھر پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مختلف اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد سنہ ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، سنہ ۱۳۵۴ھ میں سندِ فراغ حاصل کی، سنہ ۱۳۵۴ھ میں آپ نے جامعہ رحیمیہ دہلی سے اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا، وہاں تین سال پڑھانے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ منتقل ہو گئے۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ حسبۃً للہ اپنے گاؤں میں پڑھاتے رہے، سنہ ۱۳۶۹ھ کو آپ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور پھر بیماری کے باعث گھر چلے گئے، پھر ۲۴ شوال سنہ ۱۳۷۷ھ کو دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور تادمِ واپسیں اس ادارے کے ساتھ منسلک رہے، یہاں پر آپ صدرالمدرسین کے موقر عہدے پر فائز رہے اس لیے آپ صدر صاحب کے عرف سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۸۲ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

بیادِ قبلہ گاہِ محترم

والد ماجد حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی یاد میں

اے مرے مرحوم والد قبلہ گاہِ محترم
تیری تربت پہ کھڑا ہوں پیکرِ تصویرِ غم

بن ترے میرے لیے سونی ہے بزمِ کائنات
اور ویرانہ ہے میرے سامنے باغِ ارم

جان کی بازی لگائی بہرِ ترویجِ علوم
جادۂ منزل ہے گویا آپ کا نقشِ قدم

تُو نے مجھ ناچیز کو بخشی ہے ذوقِ آگہی
ورنہ کس قابل تھا یہ اک ذرہ دشتِ عدم

مجھ کو سمجھانا کبھی الفت بھرے انداز میں
یاد آتی ہیں ادائیں وہ تمہاری دم بدم

تیرے خوانِ علم سے زلہ ربائی میں نے کی
یہ نصیب اللہ اکبر ہے انعامِ ذوالحکم

حشر تک اس گلشنِ جنّت میں آسودہ رہے
تیرے فیضانِ نظر سے مجھ پہ ہے رب کا کرم

آہ وہ مدحِ نبیؐ اوصافِ یارانِ رسولؐ
کب سُنائے گا ہمیں با دیدۂ پُر آب و نم

اب کہاں وہ بزم ہا و حلقہ ہائے علم و فن
حسرتا! ایسی محافل سے ہوئے محروم ہم

فانیؔ بے چارہ اُف یہ کون زیرِ خاک ہے
درحقیقت نازشِ اہلِ عرب فخرِ عجم

تیری تُربت پہ چراغِ طور نور افشاں رہے
حشر تک تُو ہم نشینِ رحمتِ یزداں رہے



نوٹ :- اس نظم میں ۱، ۲، ۴، ۵، ۶، ۷، اور آخری شعر یوں بھی پڑھ سکتے ہیں ؎

اے مرے مرحوم والد قبلہ گاہِ محترم
آپ کی تُربت پہ ایستادہ ہوں جوں تصویرِ غم

آپ کے جانے سے سُونی ہے یہ بزمِ کائنات
اور ویراں ہے میرے سامنے باغِ ارم

آپ نے ناچیز کو بخشا ہے ذوقِ آگہی
ورنہ کس قابل تھا یہ اِک ذرۂ دشتِ عدم

مجھ کو سمجھاتا کبھی اُلفت بھرے انداز میں
آپ کی اِک اِک ادا یاد آئی مجھ کو دمبدم

آپ کے علم و ادب کے باغ کا ہوں خوشہ چیں
یہ نصیب اللہ اکبر ہے انعامِ ذوالکرم

حشر تک اس گلشنِ جنّت میں آسودہ رہے
آپ کے فیضِ نظر سے مجھ پہ ہے رب کا کرم

آپ کی تُربت پہ شمعِ طور نور افشاں رہے
حشر تک تُو ہم نشینِ رحمتِ یزداں رہے

وہ کیسے لب ہیں جن پہ نوحہ و فریاد نہیں

بیادِ صدرالمدرسین متکلمِ عصر علامہ عبدالحلیم صاحب زروبوی رحمۃ اللہ

وہ کیسا دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد نہیں
وہ کیسے لب ہیں جن پہ نوحہ و فریاد نہیں

اے غمِ دہر بس اب اور تو سوغات نہ دے
دلِ صد پارہ میں اب طاقتِ بیداد نہیں

شکوہ سنجی پہ اتر آئے ہیں اے پیرِ فلک
اسیرِ دام کو کیوں شکوۂ صیاد نہیں

یہ ستم کیش فضائیں یہ پُر آشوب ہوا
یہ بزمِ کرب ہے یاں پر کوئی بھی شاد نہیں

جگر پاش کی قاشیں ہیں میرے دامن میں
نہیں مجھ سا کوئی ہاں خانماں برباد نہیں

ترے حضور یہ نذرانہ لے کے آیا ہوں
غمِ فراق سے فانی ترا آزاد نہیں



ایک تأثر

بہ واقعہ فاجعہ سانحۂ ارتحال حضرت قبلہ گاہ محترم رحمہ اللہ



صحرا صحرا بستی بستی دشت و بیاباں روتے ہیں
دامن تر ہے چشم بھی تر ہے جیب و گریباں روتے ہیں
تجھ کو ہے کیا معلوم اے ساقی کیا بیتی دیوانوں پر
گریہ کناں ہیں جام و سبو مجبورِ غریباں روتے ہیں

اُجڑا اُجڑا خالی ویراں ہے کاشانۂ دل
کوچۂ غم میں اے ہمدم حیران و پریشاں روتے ہیں
کب ہوگا میخانے میں اب اے پیرِ مغاں گردشِ جام
متوالے تو جاں بلب ہیں بے سرو ساماں روتے ہیں

گلشن گلشن شورِ عنادل جنگل جنگل نالۂ بلبل
نوحۂ فرقت نغمہ کی صورت بے دل و بے جاں روتے ہیں
فانیؔ عاجز و بیچارہ یہ کس کی رحلت و فرقت پر
شیشہ و سنداں روتے ہیں یہ سنبل و ریحاں روتے ہیں



نالۂ محشر چکاں

بیادِ صدر المدرسین حضرۃ العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی نور اللہ مرقدہ



آہ کس کی موت پر یہ نالۂ و شیون ہے آج
حیف کس کے ہجر کے نوحہ پہ تر دامن ہے آج

رو رہے ہیں کس کی فرقت پر بخونابِ جگر
سینہ بریاں خلق گریاں ہر گل گلبن ہے آج

کس کی فرقت سے متاعِ اہلِ دانش لُٹ گئی
کس کے جانے سے خزاں منظر یہی گلشن ہے آج

یاس و حسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چار سُو
برقِ غم سے مضطرب احساس کا خرمن بنا ہے آج

نالہ و اندوہ ہے ہر بانگِ مرغانِ سحر
نوحہ و فریاد ہر آہنگِ جان و تن ہے آج

خونِ غم اوجِ شفق پر مانند بزمِ کہکشاں
تیرہ و تاریک و خیرہ تیر روشن ہے آج

نالۂ محشر چکاں ہے محفلِ گیتی میں کیوں
سرنگوں از شدتِ غم نرگس و سوسن ہے آج

درد و کرب و آہ و زاری کی صدائیں ہیں بلند
اُف وبالِ روح و عقل و جاں قبائے تن ہے آج

جس کو دیکھو ہوش گم ہے بے چین و مضطر اشک ریز
چشم گریاں دل تپاں و چاک پیراہن ہے آج

دم گرفتہ در گلو ہے خوش نوائے عہدِ گل
حسرتا خاموش وہ فانوسِ علم و فن ہے آج

حیف زیرِ گور وہ شیدائے ختم المرسلین ؐ
آشنائے رمز و اسرار فکان و کن ہے آج

اہلِ عرفاں کو تسلی کون دے گا اے اجل
مرجعِ اہلِ ہُدیٰ آسودہ مدفن ہے آج

آہ کنجِ گور میں عزلت نشیں خلوت گزیں
منبعِ جود و سخا و صدق کا معدن ہے آج

آہ فانیؔ رفت از دنیائے دوں شیخِ زمن
خاک کی آغوش میں خوابیدہ اک مخزن ہے آج



قطعہ ہائے سنِ وفات

حضرت قبلہ گاہِ محترم نوّر اللہ مرقدہ

فکر میں غلطاں تھا اک دن سوچ میں غرقاب تھا
دل میں غم تھا جاں حزیں تھی اور جگر خوناب تھا
ایک صوتِ دلخراش و غم فزا آئی بگوش
در حقیقت وہ تھا ہاتف اور آوازِ سروش
ہاتفِ غیبی نے مجھ سے یہ کہا رحلت کا سال
آہ فوتِ فضل سے نکلی ہے تاریخِ وصال
۱۴۰۳

ہے کہاں وہ رہنمائے علم وفن
گمرہاں را ساقیٔ آبِ حیات
ناگہاں آئی صدائے دلخراش
آہ وفاتِ شیخ ہے سالِ وفات
۱۴۰۳



سینہ میں اضطراب ہے دل چُور چُور ہے
یہ کس کے غم سے عقل و خرد میں فتور ہے

ہر دل تڑپ رہا ہے ان کی یاد و ہجر سے
ہر لب پہ ہر زبان پہ ذکرِ حضور ہے

تربت پہ تری آ کے تو محسوس یہ ہوا
اللہ! یہ مرقد ہے کہ جھلائے نور ہے

فانیؔ نہ کیوں مقام ہو علی شیخ وقت کا
جب سال [illegible] شاہ عبید الغفور ہے
۱۴۰۴



بر مرثیہ پانچ اشعار

تحفہ آپ کے نام [illegible]

چوں [illegible] از دنیا سفر کرد
دلم شد از ہجران برباد
بپرسیدم ز ہاتف سالِ رحلت
بگفتہ بود او مغفور و سجاد
۱۴۰۴



خونابِ دل

بسانحۂ ارتحال حضرت ہاں درگاہِ محقق قدس اللہ سرہ العزیز

والم کار

ناشناسائے ہجر بودم واقفِ سوزِ خود
آخر از الم ہے سوزاں باں آشنا شدم

حسرتا خاموش شد آں شیخِ بزمِ قدسیاں
گریہ می آید مرا یا رب تو لا پیرا شدم

رفت از دنیائے دوں آں زینتِ دار العلوم
ہمچو بسمل نیم تن بر مرگِ مولینا شدم

نیرِ صبحِ سعادت گوشۂ رحمت گرفت
سینہ بریاں بر فراقِ حضرتِ والا شدم

نوحہ کن از رحلتِ او مسندِ دار الحدیث
غرق در دریائے درد و غم زسرتا پا شدم

یک قیامت شد بپا اُف بر قلوبِ اہلِ دیں
بعد از فقدانِ او تنگدل من از دنیا شدم

حضرتِ عبدالحلیمؒ آں خادمِ دینِ متیں
کرد رحلت از بعید و خویش بیگانہ شدم
سینۂ من داغ داغ و شیشۂ دل لخت لخت
از حذنگِ ہجرِ آں گوہر تہ و بالا شدم
روزِ محشر خیز آمد بر سرِ فانیؔ دلا
مردِ صاحب دل برفت در کوئے غم تنہا شدم

؎ آپ فارسی اور عربی کے بہترین شاعر تھے، اپنے عظیم استاذ اور مشفق ماموں کے سانحۂ ارتحال پر درج ذیل مرثیہ لکھا تھا، یہ مرثیہ پانچ اشعار پر مشتمل ہے اور اسکے آخری مصرعے سے انتہائی مہارت اور دقتِ نظر سے سنِ وفات کے ساتھ ساتھ آپ کے نام کو بھی اشارہ کیا گیا ہے، مکمل مرثیہ یوں ہے؎

کریم النفس ذو علمٍ جسیم	وسیع العلم لا یدریٰ مداہٗ
محدث عصرہٖ فی الفقہ بحر	وفی التفسیر قد طالت یداہٗ
بطیب النفس لبیّ اللہ لیلاً	لسیرِ معادہٖ لما دعاہٗ
فوا اسفا علیٰ فقدانِ مثلہٖ	لعلّ اللہ لطفاً قد عفاہٗ
یؤرخ عامَ رحلتہ فقیر	بحق سمیّہ طابت ثراہٗ

۱۳۹۳ھ

حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال فارسی مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں؎

سیدِ اہلِ معارف صدرِ مجلسِ آتقیاء	چشمۂ فیضِ حقائق سرورِ کُل ا[illegible]
حامیِ شرعِ متین و حاملِ قولِ رسول	فخرِ اصحابِ شریعت تاجِ اہلِ [illegible]
حافظِ نقلِ سلف سرہنگِ اربابِ عقول	عینِ اعیانِ خلف از فضلِ ذاتِ کبر[illegible]

در سحر از ساعتِ شبِ ثالث از ماہِ صفر
منزلش فردوس جائیش کرد ذاتِ کبریاؒ

رفاقی

قطرات الدّم وعبرات الحزن



القصيدة في رثاء متكلم العصر الشيخ العلامة عبد الحليم قدس الله سره

نعى النّاعون شيخاً ذا وقارٍ — حليماً فاضلاً درّة البحارِ

مفسّر وقتهٖ برهان ربّي — محبّ نبيّهٖ بالافتخارِ

محدّث عصرهٖ في الفقهِ اجلى — نظير الترمذي ثانِ البخاري

يتيمة دهرهٖ بالفضلِ أحرى — فوا بحرماننا من بدرٍ ساري

نعمان الزمان بلا ارتياب — وابن نجيم في الدهر قارٍ

رموز محمود كي — حفيظ كنوز أنوار المنارِ

رفت

ا في الكلام فلا يباري — وحيداً في الأصول بلا انكارِ

صا ناهداً بدءًا جليا — رفيقاً دائماً فوق القفارِ

نيزه

باذعاً حراً خطيباً — وفي اقوالهٖ فوح العرارِ

لنفسٍ ليس لهٗ مثيلٌ — وسيع الحلم معدوم النظارِ

تودع

بر الخير حقاً طود جود — وسيلُ فيوضهٖ في البرّ جارِ

وءاً في الحوادثِ والبلايا — شكوراً في العطايا واليسارِ

فقدنا معدن الخیرات فضلاً — فوا اسفا علی هذا الخسار

صدیق الصدق فی کل الامور — لعبد الحق حبر ذی نضار

اعدّ تذکاره عندی زمیلی — وکدر صفوه یا خیر جار

الا قد غاب عنا نور زهد — الا قد ضاع تمثال الکبار

الا قد غاض منا بحر علم — شفیق مشفق طود الوقار

الا قد مات شهم ثم حبر — نبیل ماجد صدر الخیار

الا قد فات فیلسوف وقت — ادیب کامل یدریه دار

الا قد غاب منا بدر فضل — وشمس کورت تصف النهار

الا قد ذاب افئدة الفحول — فهل للجرح هذا من جبار

الا قد طال لیلی بالفراق — فکیف سکینتی بالاصطبار

ففی الاطراف قلق ثم حزن — وغیم الحزن بالاکناف طاری

ترحم ایها المولیٰ ترحم — بجاه نبیک خیر الخیار

وعامله وجامله بلطف — واکرم نزله فی خیر دار

الٰهی وفق الصبر بفانٍ — ضعیف مستغیث ذی عثار

الٰهی اعطه جنات عدن

وقدس سره یا رب باری

اشکہائے غم

جناب حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ

کیا کہوں قلب و جگر تن روح و جاں افسردہ ہیں
کائناتِ علم و فن پیر و جواں افسردہ ہیں

سیلِ اشک ہر سو رواں ہے اور فضا بھی سوگوار
چرخ پر یہ ماہ و انجم کہکشاں افسردہ ہیں

سرزمینِ دیوبند یارب خزاں منظر ہے آج
عالمِ اسلام اور ہندوستان افسردہ ہیں

فہم و ادراک و ذکا تحریر و تبلیغ و بیاں
حکمت و عقل و خرد ماتم کناں افسردہ ہیں

فکر عالی و تدبر اہتمام و انتظام
ورطۂ حیرت میں ہیں آنسو فشاں افسردہ ہیں

فقر و دیں زہد و قناعت ورع و تکریم و سخا
سینہ سوزاں چشم گریاں دل تپاں افسردہ ہیں

ترجمانِ دینِ حق تھے حافظِ شیریں سخن
آہ رخصت ہوگیا وہ واعظِ رنگیں سخن

وہ ادیبِ بے بدل تھے وہ خطیبِ بے نظیر
تھے فراست میں یگانہ مردِ مومن باضمیر
زینتِ تختِ ولایت شمعِ بزمِ قدسیاں
نازشِ رُوحانیاں عشقِ محمدؐ کے اسیر
افتخارِ روحِ قاسمؒ رونقِ دارالعلوم
عظمتِ شاہنشہاں رشکِ سلاطین وہ فقیر
ثانیٔ رازیؒ غزالیؒ چشمۂ فیضِ ھُدیٰ
عکسِ انور شاہؒ تھے اور نقشِ علامہ شبیرؒ
کوکبِ برجِ وفا صدیقؓ و فاروقؓ خصال
سرگروہ دیوبند جمعِ عزیمت کے امیر
عظمتِ مدرسہ کو جس نے لگائے چار چاند
سطوتِ اسلاف و عہدِ رفتہ کی کامل تصویر
حکمتِ اسلام جن کی ذات سے تھی آشکار
حُجتِ اسلام تھے برہانِ رب تھے وہ شہیر
ایشیا و شرق و غرب میں دی صدائے لَا اِلٰہ
سارے عالم میں پھرے اسلام کا بن کر سفیر

کیوں نہ خُلد و جنّت الماوٰی میں ہو اُن کا مقام
زہد و علم و فضل و تقوٰی سے بنا جن کا خمیر

دینِ احمدؐ کا خُدایا تُو ہی حافظ ہو سدا
ہر طرف سے آ رہے ہیں فتنہ سامانوں کے تیر

شکوۂ دستِ اجل فاتیؔ بیاں کیسے کروں
داغِ زخم آشکارا اب نہاں کیسے کروں



آپ ۱۳۱۵ھ کو ماہ جمادی الثانیہ میں حضرت مولانا محمد احمدؒ کے ہاں پیدا ہوئے، ۱۳۳۷ھ میں فراغت کے بعد ۱۳۴۳ھ تک تدریس کی، ۱۳۴۳ھ میں قائم مقام مہتمم کی حیثیت سے ۵ سال تک مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کے ساتھ کام کیا، ۱۳۴۸ھ میں اہتمام دارالعلوم کی ذمہ داری آپ کے سپرد کردی گئی۔ آپ کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم دیوبند نے خدا کے فضل و کرم سے صوری اور معنوی لحاظ سے خوب ترقی کی۔ آپ کا شمار عالم اسلام کے گنے چنے اور چیدہ چیدہ زعماء میں ہوتا ہے، ۶ر شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو آپ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔

دموع الفراق

القصيدة في رثاء حكيم الاسلام الحاج الحافظ القاري محمد طيب قاسمي نوّر الله مرقده

☆☆☆

وسيعُ العلم مشهودُ الانام — قسيم العلم محمود المقام

ذكى النفس محسود الزمان — واعلى النّاس عزّاً و احترام

وحيدُ العصر ليس له نديدٌ — جميل ذو احتشام واعتصام

خطيبُ المعىٌّ لوذعيٌّ — نبيل ماجد فخر العظام

شهيرٌ يا رزٌ شرقاً وغرباً — وفي الاطراف كالبدر التمام

شهابٌ ثاقبٌ صدر الافاضل — ومشكوٰة المعارف في الظلام

ونبراسٌ مضيٌّ مستنيراً — واذكى النّاس من خاص وعام

وشيخٌ للشريعة فاتبعه — وحجة ربّ قدوس سلام

مدير الدار في ديوبند قاسم — وكنز الخير مولى الاهتمام

هو الغواص في بحر المعاني — فريد الدهر ذو العز الجسام

افاض الخير في برّ و بحر — وفي شرق وغرب بالتمام

وشمس العلم والعرفان حقاً — محي السنّة الغرّاء وحام

جلیلُ القدرِ فی عزٍّ ومجدٍ — حکیمٌ بارعٌ ذو احتشامِ

فقدنا نقشَ شبّیرٍ وقاسمِ — دَفَنّا عکسَ انوارِ الظلامِ

ولَمْ نفقدہ کلا بل فقدنا — مطاعًا شیخ اسلافٍ کرامِ

فروحی فی اضطرارٍ واضطرابٍ — وکربٍ واحتراقٍ بالدوامِ

بحورُ الدمعِ جارٍ من عیونی — یسیلُ الدمُّ عن قلبٍ هیامِ

الٰهی اَسْقِه من حوضِ خُلدٍ — وَاجعلْ دارہٗ دار السلامِ

وعامله برفقٍ ثم لطفٍ — بجاہِ نبیّنا خیرِ الانامِ

سلامُ الموجدِ من قانٍ بروحه

وشوقُ الوصلِ فی یومِ القیامِ



حُجّت وبُرھانِ حق

⁂⁂⁂⁂

وہ حجت و برہانِ حقّ وساقیٔ بادہ دیں
وہ رازدانِ حکمتِ ایمانیاں چلا گیا
وہ واقفِ اسرارِ شرع و فلسفۂ وقتِ خویش
وہ افتخارِ ملّت افغانیاں چلا گیا

○○

مورخہ ۵ ربیع ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) کو آپ ترنگ زئی ضلع چارسدہ میں مولانا غلام حیدر کے ہاں پیدا ہوئے، پہلے آپ کا نام شمس القمر تھا بعد ازاں شمس الحق میں تبدیل کیا گیا، سنہ ۱۹۳۰ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ الفراغ حاصل کی۔ پھر دار العلوم دیوبند کی طرف سے ہندوستان کے ارتدادی فتنوں کی سرکوبی میں لگ گئے اور علم و فضل کے ہتھیار سے آریہ سماج کے مشہور مناظرین کو بڑے بڑے اجتماعات میں شکستِ فاش دی۔ مختلف مدارس میں تدریس کے بعد سنہ ۱۳۵۷ھ میں دار العلوم دیوبند کے درجۂ علیا کے استاذ و شیخ التفسیر مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں آپ کو ریاستہائے متحدہ بلوچستان قلات کی وزارتِ معارف کی پیشکش کی گئی اور اکابر کے مشورہ پر آپ نے قلمدانِ قضاء و تعلیم سنبھالا، سنہ ۱۹۴۳ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر مقرر کیے گئے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور مولانا مفتی محمد حسنؒ سے تکمیل کر کے خلافت حاصل کی، ۱۶ر اگست سنہ ۱۹۸۳ء کو آپ کا انتقال ہوا ـــــ تفصیل کے لیے "مشاہیر علماءِ دیوبند" (مرتبہ مولانا قاری فیوض الرحمٰن) اور "کاروانِ آخرت" (مرتبہ مولانا محمد ابراہیم فانی) ملاحظہ ہو۔

نوحۂ دل

شمس الملت والدین علامہ شمس الحق افغانیؒ کی وفات پر



سیلِ خوں ہر سو رواں ہے اور ہر دل اشکبار
پھر گیا ہے کس طرف یا رب مزاجِ روزگار

داستانِ دردِ پیہم یا خدا کیسے کہوں؟
سینہ و تن داغ داغ و دامنِ دل تار تار

عقدہ ہائے علم و حکمت آہ سلجھائے گا کون؟
میکدے میں کس سے ہوگا تشنہ کاموں کا خمار؟

وہ نگینِ حلقۂ دارالعلومِ دیوبند
جس کی عظمت پر ہے شاہد گردشِ لیل و نہار

آریوں اور ذکریوں کا نطق بند جس نے کیا
چھپ گیا وہ حجت و برہانِ حق زیرِ مزار

زیرِ گور تیرہ ہے اب وہ زبانِ دُر فشاں
افتخارِ ملتِ افغاں سر آمد روزگار

ایشیا میں مثل جن کا بالیقیں معدوم تھا
خاکِ تربت میں ہے پوشیدہ وہ دُرِّ شاہوار
علم قرآنی میں یکتا فلسفہ دانی میں فرد
مخزنِ علم نبوت حجتِ پروردگار
توڑ دی ہیں مارکس کے طلسماتِ اشتراک
اس کے "سرمایہ"[1] کا پیراہن کیا ہے تار تار
آفریں شانِ تکلم واہ واہ زورِ قلم
دہریت اور مزدکیت کو کیا بے اعتبار
عدل و انصاف و مساواتِ محمدؐ پہ فدا
میرزائے قادیاں کی بھی خبر لی بار بار
وہ مؤرخ تھے مفکر فلسفی عارف ولی
زہد و علم و فضل کے سچے بحر ناپیدا کنار
ظلِ حضرتِ قاسم نانوتوی مردِ حکیم
ذات جن کی ذاتِ قدسی پر دلیلِ آشکار
فانیؔ بے چارہ وقتِ قربِ روزِ حشر ہے
شمسِ حق کی موت پر ہو کیوں نہ عالم سوگوار
شمسِ ملت شمسِ دیں اور حجۃ الاسلام تھے
عقل و حکمت علم و عرفاں کا سراپا نام تھے

---

[1] کارل مارکس کی کتاب "دی کیپٹل" یعنی سرمایہ کی طرف اشارہ ہے۔ (فانی)

سوزِ دروں

بیادِ حضرت مولانا تاج محمد صاحب قدس سرہٗ



آہ اے گردونِ گرداں اے ردائے نیلگوں
کس کی فرقت سے ہیں طاری مجھ پہ احوالِ جنوں

ہم سے رخصت ہو رہے ہیں قدسیوں کے قافلے
حسرتا واحسرتا اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

صدمہائے دردِ پیہم سے ہیں گُل مَن کے چراغ
داغہائے ہجر سے ہے دل مرا خوار و زبوں

تا قیامت وقت کی سوزن سے کب ہو گا رفو
زخم دل اور شق جگر میرا ہے ناسورِ دروں

ایک جاں ہے اور اس پر صد ہزاراں زحمتیں
قلزمِ غم میں خدایا کس طرح آئے سکوں

تاجِ دینِ احمدِ ختم الرسل فخرِ اُمم
کرد رحلت سوئے عقبیٰ رفت از دنیائے دوں

عمر بھر ختمِ نبوت کے تحفظ میں رہا
سامنے جو خیلِ باطل کے نہ تھا گردن نگوں

صاحبِ لولاکؐ کی عزت کی خاطر روز و شب
جھیلتا رہتا مصائب یہ مجاھد گونہ گوں

لرزہ براندام جس سے تھا گروہِ قادیاں
نغمہ ہائے حق سے توڑا تھا مراقی کا فسوں

فانیؔ بے چارہ وہ مردِ مجاھد چل بسا
اس خسارے پر رواں ہے روح و تن سیلِ خوں



آپ کے بارے میں مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم لکھتے ہیں: "۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء کا سورج طلوع ہوا تو وہ اپنے جلو میں اہلِ پاکستان کیلئے بالعموم اور اہلِ فیصل آباد کے لئے بالخصوص غم و اندوہ اور حسرت و یاس کا ایسا پیغام لے کر آیا جس کی تکلیف مدتوں محسوس ہوتی رہے گی۔ اس دن ۸ ۱/۲ بجے کے قریب مولانا تاج محمود دل کے درد کا شکار ہوئے اور دس بجے کے قریب لاتعداد دکھی دلوں پر مہر و محبت کی مرہم رکھنے والا دل ہار کر رہ گیا۔ ہزارہ ڈویژن کے ضلع ایبٹ آباد کی تحصیل ہری پور سے مرحوم کا آبائی تعلق تھا، ہری پور کے مضافات میں تیلم نامی گاؤں ان کا آبائی مستقر تھا، چند ماہ کے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار مسجد کی امامت کے سلسلے میں فیصل آباد کے ایک چک میں آئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے تا آنکہ ۵۵ برس کے شب و روز اسی شہر میں گذار کر لاکھوں جاننے والوں اور ہزاروں عقیدتمندوں کو بلکتا سسکتا اور روتا چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔

تفصیل کیلئے ہفت روزہ لولاک فیصل آباد کا "مولانا تاج محمود نمبر" ملاحظہ ہو۔

نالۂ دل

ناظم دار العلوم حقانیہ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب رحمہ اللہ کی یاد میں



حیف کس کی موت پہ نوحہ کناں دار العلوم
یاس وغم درد والم کا ہے نشاں دار العلوم

گریہ زن باخونِ دل ہے آہ شیخِ وقت خود
جن کے فضل وعلم سے ہے دُر فشاں دار العلوم

شیخؒ نے جن کو چنا تھا بہرِ تنظیم امور
اس کی فرقت پر ہے اب ماتم کناں دار العلوم

ان کا دستِ راست وہ ثقہ معاون چل بسا
جن کی محنت سے بنا مثلِ جنان دار العلوم

اِنتظام وضبط میں تھا بے بدل یکتائے وقت
اس کے دم خم سے بنا رشکِ جہاں دار العلوم

زندگی کی وقف اپنی بہرِ شیخ ومدرسہ
بعد از رحلت بنا اُن کا مکاں دار العلوم

فانیؔ بیچارہ ہو خلدِ بریں ان کا مقام
قائم و دائم رہے یہ گلستانِ دارالعلوم



آپ تقریباً ۱۹۳۲ء کو اکوڑہ خٹک کے مضافاتی گاؤں مُغلکی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم علاقے کے مختلف علماء سے حاصل کی، تقسیم سے دو سال قبل ہندوستان جاکر سہارنپور میں داخلہ لیا، وہاں پر دیگر اکابر اساتذہ کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ سے بھی استفادہ کیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے، دارالعلوم حقانیہ کے اولین فضلاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، سنہ ۱۳۶۸ھ میں آپ نے سندِ فراغت حاصل کی اور اسی سال کے آخر میں دارالعلوم کی نظامت آپ کے سپرد کر دی گئی اور حیاتِ مستعار کے آخری لمحات تک دارالعلوم کے ساتھ وابستہ رہے، ۹/۸ مئی ۱۹۸۴ء کی درمیانی شب آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اشکِ خوں!

حضرت مولانا عبیدُ اللہ انور صاحب نوراللہ مرقدہ کی وفات پر

کیا دکھاتا ہے کرشمے چرخِ گرداں ہائے ہائے
روز آتے ہیں غموں کے سیل و طوفاں ہائے ہائے

جن کی خاطر رونقِ دنیا و دیں باقی رہی
ہوگئیں وہ ہستیاں مٹی میں پنہاں ہائے ہائے

شیخ لاہوریؒ کے وہ فرزندِ دلبند ارجمند
چل دیئے ہیں جانبِ گورِ غریباں ہائے ہائے

جو پھلا پھولا تھا اف اسلاف کے آغوش میں
حضرت سندھیؒ کے تھے وہ نورِ چشماں ہائے ہائے

زندگی کی وقف اپنی خدمتِ دیں کے لیے
کیوں نہ ہوں گے اُن پہ ہم یوں اشک افشاں ہائے ہائے

حق کی خاطر کس قدر جھیلے مصائب آپ نے
ہوگئے تھے بارہا پابندِ زنداں ہائے ہائے

آمریت سے جو ٹکرایا ایوبی دور میں
حق پرستی سے مجتے تھے خون میں غلطاں ہائے ہائے

لرزہ بر اندام رہتے اُن سے ظالم حکمراں
اہلِ باطل اس سے تھے لرزاں و ترساں ہائے ہائے

رُوح پر اُس کی ہو ہر دم رحمتِ حق کا نزول
ہے خدایا یہ دُعائے دلفگاراں ہائے ہائے

اُن کی رحلت سے ہے اے قانیؔ فضا ساری اداس
کس قدر بے کیف ہے یہ رنگِ دوراں ہائے ہائے

◎

---

۲۱ اگست ۱۹۲۶ء کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے ہاں پیدا ہوئے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کا آغاز شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کے فرزند ارجمند مولانا سید محمد اسعد مدنی کے ساتھ ہوا، ۱۹۴۷ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد حضرت لاہوری سے بیعت کا تعلق رہا جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیاں نبھائیں اور اس راہ میں کٹھن مراحل اور مشکلات سے آپ کو گزرنا پڑا ۱۷ شعبان ۱۴۰۵ھ کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ایک یاد

بیادِ مولانا محمد سعید صاحب کٹھوی رحمۃ اللہ علیہ



یا الٰہ العالمین یہ ماجرا کیا ہوگیا
ہر طرف ہے شورِ گریہ آہ و نالہ کی صدا

موتِ عالم درحقیقت موت اِک عالم کی ہے
حسرتا ہم سے ہوئے اِک عالم و فاضل جُدا

روز و شب کرتا رہا جو خدمتِ دینِ متین
اُن کے فیضِ علم سے محروم اب خلقِ خُدا

تیری فرقت نے کیے مجروح دل پیر و جواں
رحمتِ حق تیرے مرقد کا نگہباں ہو سدا

جنت الماویٰ میں فائز ہو تری روحِ سعید
حشر میں شافع ترا حضرتِ رسولِ مقتدا



آپ مولانا عبدالجبار کوٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل تھے۔ ۲ جنوری ۱۹۸۶ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

دردآشنا

بیادِ شیخ القرآن مولانا عبد الهادی صاحب شاہ منصوری رحمۃ اللہ علیہ



وہ شیخ و محدّث امامِ ہدیٰ تھے ‖ ریاضِ نبی کے گلِ خوشنما تھے

مسیحا نفس تھے عجب دلرُبا تھے ‖ شب و روز درسِ قرآں میں فنا تھے

ادائے نبی پر وہ دل سے فدا تھے ‖ حقیقت میں آیہ ربِ العلیٰ تھے

وہ تصویرِ تسلیم و پیکرِ رضا تھے ‖ وہ فقرِ مجسّم وہ عکسِ وفا تھے

تسلّی انہیں سے دلِ مضطرب کو

جو ملتی تھی قانیؔ وہ دردآشنا تھے



ضلع صوابی کے قصبہ شاہ منصور میں آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم مختلف علاقوں میں حاصل کی، تکمیلِ فنون کے بعد دورۂ حدیث کی سند حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتویؒ سے حاصل کی، دورۂ تفسیر کے لیے مولانا حسین علی صاحبؒ کے پاس واں بھچراں تشریف لے گئے۔ بیعت کا تعلق مولانا غورغشتویؒ سے تھا۔ دورۂ تفسیر و فراغت کے بعد اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور پورے اکسٹھ (۶۱) سال تک حسبۃً للہ پڑھاتے رہے۔ ۳۰ ہر اگست ۱۹۸۷ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

تفصیل کے لیے راقم الحروف کی مرتبہ کتاب "حیاتِ شیخ القرآن" ملاحظہ ہو۔ (قانی)

شمعِ عرفان

شیخ القرآن حضرۃ مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری قدس سرہ کی یاد میں

عبدِ ہادی وہ محدث شیخِ قرآں اب کہاں
نیّرِ نورِ ہدایت شمعِ عرفاں اب کہاں

آسمانِ علم کا وہ ماہِ تاباں اب کہاں
ڈھونڈتی نظریں ہیں جس کو مہرِ رخشاں اب کہاں

ذرہ ذرہ مجھ کو پژمردہ نظر آتا ہے آج
محفلِ ہستی میں جو تھا شور و طوفاں اب کہاں

خوں فشاں ہر چشم ہے اور ہر نفس بے چین ہے
رازدانِ کن فکاں وہ فضلِ سبحاں اب کہاں

ہو چکی ہے سلب دل سے قوتِ ضبطِ فغاں
طاقتِ صبر و شکیب اے دلفگاراں اب کہاں

گلستاں میں ہر کلی بے نکہت و بے رنگ ہے
رونقِ بزمِ چمن رشکِ بہاراں اب کہاں

بن گیا ماتم سرا ساقی حسینی خم کدہ
وہ سرور و کیف و مستی ذوقِ وجدان اب کہاں

میکدہ باقی ہے لیکن پیرِ مے خانہ نہیں
شورشِ رنداں ہجومِ مے گساراں اب کہاں

علمِ تفسیر و روایت آج ہیں ماتم گسار
ہائے اللہ واقفِ اسرارِ فرقاں اب کہاں

قطبِ اقطابِ طریقت عارف و کامل ولی
ہادیٔ راہِ صفا وہ جانِ جاناں اب کہاں

مرشدِ کامل فقیہ النفس زاہد متقی
پیکرِ جود و سخا و بحرِ فیضاں اب کہاں

مشغلہ جس کا تھا روز و شب ہی تفسیرِ قرآں
وہ توکل کا ہمالہ شاہِ ذیشاں اب کہاں

بوذر و سلماں صفت تھے فقر فخری کے نظیر
شاہدِ کشف و کرامت قبلۂ جاں اب کہاں

عالمِ تفسیرِ قرآں مسند آرائے حدیث
خضرِ راہِ معرفت وہ مردِ میداں اب کہاں

نازشِ ملت تھے میرِ کاروانِ اہلِ حق
قدوۂ اہلِ ھدیٰ و اہلِ ایماں اب کہاں

ہوگئے نذرِ یتیمی طالبانِ علمِ دیں
آہ فانی وہ مجاہد شیخِ دوراں اب کہاں

قلبی تاثرات

مندرجہ ذیل نظم راقم نے حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی سوانح حیات پر مرتب کردہ کتاب "حیاتِ شیخ القرآن" کیلئے لکھی تھی۔ حضرت الشیخؒ کے تذکرہ کی مناسبت سے یہاں بھی درج کی جاتی ہے۔ (فانی)



یہ سوانح ہیں مفسر شیخ نسبِ منصور کی
جس نے میرے دل سے گویا ہر کدورت دُور کی
اپنی آنکھوں پہ ہوں نازاں اے مرے ربِّ جلیل
ان گنہگاروں نے دیکھی ایک صورت نُور کی
تذکرہ یہ ایک عالم عارفِ کامل کا ہے
خدمتِ تفسیرِ قرآن عُمر بھر بھرپور کی
وہ نمونہ تھا سلف کا اُن کی پیشانی کا نُور
جس پہ ہوتی تھی تسلی مضطر و مجبور کی
اُن کی محفل میں ملا کرتا تھا جامِ درد و سوز
اُن کی بزمِ ناز نے کلفت ہر اک کافور کی

ذکر ہے اس شیخ اور اس عاشقِ قرآں کا یہ
جن کی الفت نے مری دنیائے دل معمور کی

گو کہ یہ ہے ایک ناقص نامکمل تبصرہ
پھر بھی محنت میں نے حسبِ طاقت و مقدور کی

خونِ دل سے کی مرتب یہ کتاب و یا نصیب
قدرتِ حق نے یہی کاوش اگر منظور کی

آگئی وہ منتظر تھے جس کے اہلِ دل تمام
چھٹ گئیں تاریکیاں فانی شبِ دیجور کی



قطعۂ سالِ وفات

اہلیہ محترمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ

اے	مغفورہ	وکیل
١١	١٣٣١	٦٦

اے کہ تیری موت آئی صد پریشانی کے ساتھ
دردوغم کرب والم اور خانہ ویرانی کے ساتھ

شہرِ دل پر یا خدا! یہ ماجرا کیا ہو گیا
حملہ زن ہے لشکرِ غم فتنہ سامانی کے ساتھ

اے خداوندا ہمیں توفیقِ ضبطِ غم بھی دے
موت گو ہے لازمہ اِک نسلِ انسانی کے ساتھ

صدمۂ فرقت نہیں یہ فردِ واحد کے لیے
آسماں بھی گریہ زن ہے بزمِ حقانی کے ساتھ

موت تھی "اللہ" تیری کس قدر رشکِ آفرین
جب اٹھا تیرا جنازہ کیفِ وجدانی کے ساتھ

مہبطِ انوارِ حق ہو آپ کا جن کی مزار
حشر تک ہو رحمتِ حق کی نگہبانی کے ساتھ

"اے" کہ تو "مغفورہ" مولا " وکیل" کائنات
تیری تربت ہو منوّر لطفِ ربّانی کے ساتھ

نالہ زن تنہا نہیں ہیں آپ مولانا سمیع
مرثیہ خواں ایک عالم بھی تو ہے فانی کے ساتھ۔



جانِ دل جانِ تمنّا جانِ جاں جاتا رہا



مردِ مومن مردِ حق سوئے جناں جاتا رہا
جانِ دل جانِ تمنا جانِ جاں جاتا رہا

وہ محدث بے عدیل و نکتہ داں جاتا رہا
مونسِ بے چارگاں وہ مہرباں جاتا رہا

اللہ اللہ ساقیٔ بادہ کشانِ دیوبند
تشنگانِ علم کا پیرِ مغاں جاتا رہا

عالمِ اسلام اُف ندرِ یتیمی ہو گیا
خوگرِ مہر و وفا شیخِ زماں جاتا رہا

وہ زعیمِ ملک و ملت وہ امیرِ کارواں
زہد و تقویٰ و تقدس کا نشاں جاتا رہا

حسنِ سیرت کی طرح صورت بھی تھی جن کی حسیں
حسرتا وہ نازنیں رشکِ بتاں جاتا رہا

عارفِ سرِّ شریعت نیّرِ تابانِ علم
وہ شفیق و آسرائے بیکساں جاتا رہا

جن پہ نازاں حشر تک ہوں گے غلامانِ رسولؐ
گلشنِ اسلام کا وہ باغباں جاتا رہا

پاک باطن پارسا و حق پسند و حق نگر
حق شناس و رہبرِ رُوحانیاں جاتا رہا

سوزِ رُومیؒ سازِ رازیؒ کا وہ فانی ترجماں
واقفِ اسرارِ دیں وہ دِلستاں جاتا رہا



آپ ۱۹۱۲ء کو قصبہ اکوڑہ خٹک میں الحاج مولانا معروف گلؒ کے ہاں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں مختلف جامع شخصیات سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کیلئے ۱۲ شوال ۱۳۴۶ھ کو آپنے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، ۱۳۵۲ھ میں آپنے دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغ حاصل کی، فراغت کے بعد آپ نے اپنے گاؤں میں درس و تدریس کا آغاز کیا، اور آپ ہی کی دعوت پر شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے، پھر جلد ہی دارالعلوم دیوبند سے آپ کو بلاوا آگیا اور آپ اپنے اکابر اساتذہ کی دعوت پر مادرِ علمی میں تدریس پر مامور ہوگئے، ۱۹۴۷ء رمضان کی تعطیلات کے سلسلے میں اکوڑہ تشریف لائے اور اسی دوران پاکستان بن گیا، چنانچہ آپ دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف نہ لے جاسکے اور توکلاً علی اللہ اپنے گھر کے ساتھ ملحقہ مسجد میں درس و تدریس کا آغاز کیا جس نے بعد میں دارالعلوم حقانیہ کی شکل اختیار کی اور آج اس کا فیض چار دانگ عالم میں جاری و ساری ہے۔ اہتمام دارالعلوم، درس و تدریس اور اصلاح و تبلیغ کے ساتھ ساتھ آپ کی دینی و سیاسی خدمات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو یہ فقیر منش مردِ قلندر اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے۔ تفصیل کیلئے ماہنامہ الحق کا "شیخ الحدیث نمبر" ملاحظہ ہو۔

حضرتِ شیخ الحدیثؒ



مخزنِ علم و عمل زہد و تقیٰ شیخ الحدیثؒ
معدنِ لطف و کرم حلم و حیاء شیخ الحدیثؒ

رونقِ محراب و منبر نازشِ قوم و وطن
عکسِ عرفان و یقیں جود و عطا شیخ الحدیثؒ

جن کی شخصیّت پہ ہے یوں ملّتِ بیضا کو ناز
وہ زعیمِ ملک و ملّت مقتدا شیخ الحدیثؒ

عبدیت حقانیت اُن کی جبیں سے آشکار
پیکرِ صبر و قناعت باوفا شیخ الحدیثؒ

خدمتِ دینِ متیں میں صرف کر دی زندگی
مرحبا اے خادمِ دینِ ہدیٰ شیخ الحدیثؒ

موجزن تھا جس کے دل میں دجلۂ عشقِ رسولؐ
مونسِ بیچارگاں درد آشنا شیخ الحدیثؒ

مشعلِ راہِ ہدایت تاجِ بزمِ قدسیاں
خوش خصال وخوش لباس وخوش نوا شیخ الحدیثؒ

نصف صدی تک روشنیٔ علم پھیلاتا رہا
دورِ ظلمت کے لیے نور وضیا شیخ الحدیثؒ

ناشرِ توحید وسُنت عارفِ رمزِ قرآں
زورِ باطل کے لیے شیرِ خدا شیخ الحدیثؒ

پیرویٔ سنتِ بیضا رہا جن کا لباس
وہ محبِّ صادق خیرالوریٰ شیخ الحدیثؒ

عظمتِ اسلاف اُن کی ہر ادا سے تھی عیاں
درحقیقت ہیں سراجِ اولیاء شیخ الحدیثؒ

حق شعار وحق نگہ حق آشنا حق گو ذکی
گوہرِ نایاب ودُرِ بے بہا شیخ الحدیثؒ

چشمۂ فیضِ ہدیٰ و منبعِ جُود وسخا
نیّرِ دیں صاحبِ صدق وصفا شیخ الحدیثؒ

جن سے راضی تھے ہمیشہ میہمانانِ رسولؐ
وہ شفیق ومہرباں لاانتہا شیخ الحدیثؒ

درسِ ترمذی بخاری میں تھے یکتا بے بدل
شاہِ ہفتِ اقلیمِ عرفاں پارسا شیخ الحدیثؒ

وہ مفسّرِ حکمت و منطق میں ماہر وہ فقیہہ
اِک خطیبِ بے نظیر و بے ریا شیخ الحدیثؒ

روز و شب تھا مشغلہ اُن کا حدیثِ مصطفےٰؐ
ہے لقب اُن کیلئے بالکل بجا شیخ الحدیثؒ

فقہ نعمانی میں کامل وہ طبیبِ دردِ دل
مرشد و عامل حکیم و رہنما شیخ الحدیثؒ

جن کے دم سے نامِ حق کی دھوم ایواں میں رہی
وہ شناسائے سیاست جانفزا شیخ الحدیثؒ

تشنگانِ علم کو ہے چشمۂ آبِ حیات
جامعہ حقانیہ جس پر فدا شیخ الحدیثؒ

چار سُو عالم میں فانیؔ جس کے شاگردوں کی دھوم
جس کے دم سے ہے جہاں میں شہرت دار العلوم



قرنِ اوّل کی اداؤں کا امیں بھی چل بسا



ع عرشِ اعلیٰ پر بپا ہے حشرِ فریاد و فغاں
ہائے رخصت ہو گیا دنیا سے وہ شیخِ زماں

ب بن گیا ماتم سرا اُف دیوبندی میکدہ
کون ہو گا ساقیٔ ہوش برائے تشنگاں

د داغِ فرقت دے گیا وہ پیکرِ صدق و صفا
دل میں اب باقی نہیں ہے طاقتِ ضبطِ فغاں

ا الوداع اے آفتابِ علم و عرفاں الوداع
ماہتابِ زُہد و تقویٰ رازدانِ کن فکاں

ل لالہ و نرگس میں ہمدم وہ دلآویزی نہیں
بادِ غم سے منتشر ہے گلشنِ بزمِ جہاں

ح حسرت و حرماں کا اِک دریائے ناپیدا کنار
موجزن ہے ہر دلِ مومن میں یارب الاماں

ق قرنِ اوّل کی اداؤں کا امیں بھی چل بسا
ہائے فانی وہ امام المتقیں بھی چل بسا



قطعۂ سالِ رحلت

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ماجرا کیا ہو گیا یہ یا الٰہ العالمیں
کیا یہ سنتا ہوں مجھے اب بھی نہیں آتا یقیں

اِک صفِ ماتم بچھی ہے اس محیطِ ارض پر
"آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں"

کس قدر اُلجھی ہوئی ہے وا دریغا زلفِ شام
صبح کے چہرے پہ اللہ نور کا غازہ نہیں

گلستانِ صبر پر گویا چلی بادِ سموم
اور بزمِ کہکشاں ہے دیکھ پژمردہ جبیں

قلزمِ حسرت میں ڈوبی ہے یہ ساری کائنات
نالہ ریز و نوحہ زن ہے حسرتا چرخِ بریں

شق گریبانِ جگر ہے دامنِ دل تار تار
ہر طرف ہے شورِ گریہ ہر نفس اندوہ گیں

عالمِ اسلام ہے ماتم کناں باخونِ دل
اُف قیامت اِک بپا ہے آج بروئے زمیں
دیکھتا ہوں میں یہاں ہر شے ہے مصروفِ بکا
داستانِ دردِ دل کیسے سناؤں، ہم نشیں
آج اِس دُنیا سے وہ علمی نفس رخصت ہُوا
ذات جس کی تھی فنائے ذاتِ ختم المرسلیں
کرگیا وقفِ یتیمی آہ یہ دارالحدیث
زخمِ دل کا ہو مداوا یہ تو ممکن ہی نہیں
آپ پر تنہا نہیں ٹوٹا یہ کوہِ درد و غم
ہائے مولانا سمیع الحق مدیرِ بہتریں
کون ہوگا ملتِ بیضا کا ایسا حدی خواں
ہو گئے اب بے سہارا مصطفیٰؐ کے جانشیں
ہاتفِ غیبی نے مجھ سے یُوں کہا سالِ وفات
رو رہا ہے جن پہ تو باخونِ جاں قلبِ حزیں
مل گیا ان کو "مکانِ" اعلیٰ "بجنت" مرحبا
۱۴۴۰
آگئی آوازِ حق یُوں "فادخلوھا خالدین"
۱۴۴۲
ہم نشینِ رحمتِ یزداں ہے رُوحِ پاک اُو
یہ دلِ ویراں ہے فائقؔ ان کی یادوں کا امیں



فرقتِ شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ



نعرہ زد ہاتف بہارِ ملت بیضا نماند
طالبانِ علم وفن را مرجع و ماویٰ نماند

محشرستان شُد زمیں از فرقتِ شیخ الحدیث
آسماں لرزید و گفتا ہائے مولینا نماند

اے خدائے مہر و مہ اندر دلِ ویرانِ من
طاقتِ صبر و شکیب و ضبطِ واویلا نماند

اشک ریزد دیدۂ بینائے خورشید و قمر
خون بر اوجِ شفق کاں حضرت والا نماند

لشکر آہم زدِل بیرون مے آید ولے
جائے خیمہ یا خدا در وسعتِ صحرا نماند

رفت از دُنیائے دوں آں قطبِ اقطاب زمن
شاہِ ہفت اقلیم ملت نازشِ تقویٰ نماند

نیست در میخانہ ماشور بزمِ میکشاں
ساقیِ مہوش برفت آں جام و آں صہبا نماند

اے خدائے دو جہاں از دستِ گلچینِ اجل
رشکِ بستاں زیبِ گلشن آں گلِ رعنا نماند

تیرہ و تاریک و خیرہ شُد تجلی گاہِ دل
ہیچ نقشِ نور بر ایں وادیٔ سینا نماند

کائناتِ قدسیاں نالد بخونابِ جگر
فانیٔ اندوہ گیں در ہجرِ غم تنہا نماند



اَلدُّمُوع

امرنی بعض الخلّان باجازۃ بیت المتنبّی ؎

ولو جاز الخلود خلدت فردًا ۔۔۔ ولکن لیس للدّنیا خلیلُ

فرثنا الشیخ اُستاذی و اُستاذ الکل عبد الحق مدیر دار العلوم حقانیہ وموٴسسہا

نعی النّاعی باَن حَانَ الرّحیلُ ۔۔۔ لِشیخٍ اَو قتٍ لَیسَ لہ بَدِیلُ

وَصَاحَ الھَاتِفُ الحزنُ مَلولاً ۔۔۔ اَلَا قَدْ مَاتَ اُستَاذٌ جَلِیلُ

ویبکی ابنُہ المولیٰ ”سمیعٌ“[1] ۔۔۔ مُدِیرُ ”الحق“[2] لِلدَّار[3] الکفیلُ

تذوق الموت کلّ النفسِ حتمًا ۔۔۔ فَلَیسَ لَنَا من الموتِ السَّبِیلُ

دموعٌ جاریاتٌ مِن جُفُونِی ۔۔۔ وَعَینِی لَا تَنَامُ وَلَا تَقِیلُ

فَفِی الاَکنَافِ آھَاتٌ رَنِینٌ ۔۔۔ وَ فِی الاَطرَافِ صَیحَاتٌ عَوِیلُ

قُلُوبُ النَّاسِ بَاکِیَۃٌ عَلَیہ ۔۔۔ وَدَمعُ الحجرِ مِن عَینِی یَسِیلُ

رئیناالتقی اشیاخ علمٍ ۔۔۔ وَمِثلُ الشیخِ فِی الدُّنیَا قَلِیلُ

مضیٰ اُستاذنا استاذ کلٍّ ۔۔۔ رَشِیدٌ مُرشِدٌ ھَادٍ دَلِیلُ

---

[1] حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ [2] ماہنامہ الحق [3] دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

مناطُ العلمِ فی اقلیم هندٍ ۔۔۔ فخارٌ لقومٍ ذو حسنٍ جمیلُ

تلألأ وجهه کضیاءِ شمسٍ ۔۔۔ صَبیحٌ فائحٌ عطِرٌ بتیلُ

ویسعیٰ معضباً لدفاعِ ظلمٍ ۔۔۔ لِقَمعِ الکفرِ صمصامٌ صقیلُ

لترویجِ العلوم ونشرِ حقٍ ۔۔۔ لہُ جُهدٌ وتحریکٌ طویلُ

تقی عارف وولیُّ عصرہٖ ۔۔۔ فہیمٌ بارعٌ حبرٌ نبیلُ

علی الاطلاقِ شیخٌ فی الحدیثِ ۔۔۔ ذکیٌّ لا یقابلہ زمیلُ

کبار اوصغار من اناس ۔۔۔ إلیٰ ابوابِ رفعتہٖ یمیلُ

ونصبِرَ بالرزایا والمنایا ۔۔۔ جزاءُ الصبرِ فی العقبیٰ جزیلُ

إلٰہی وفِّقِ الانوارَ صبراً ۔۔۔ فامرُ اللہِ لیس لہٗ دخیلُ

دوامُ المرءِ فی الدنیا محالٌ ۔۔۔ فصبراً ایہا القلبُ العلیلُ

وان الموتَ منہا لحٌ قویمٌ ۔۔۔ فترضیٰ ما قضی المولیٰ الوکیلُ

اَلَا یا قلبُ فانّ ذا التہابٍ

تعزّ بقولہٖ صبرٌ جمیلٌ



---

[1] مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ ابن حضرت الشیخؒ۔

رفیقِ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

بیادِ مجاہدِ کبیر حضرت مولانا عزیز گل صاحب قدس سرہٗ اسیرِ مالٹا



اے اسیرِ مالٹا وا ے رفیقِ شیخِ ہندؒ
آفتابِ ملتِ افغان فخرِ دیوبند

کوہِ استقلال و ہمت غازیٔ دینِ متین
وارثِ علمِ نبیؐ کریمؐ خیر ختم المرسلینؐ

ریشمی رومال میں یوں نام زندہ ہے ترا
جہد و حریت کا یہ پیغام زندہ ہے ترا

تو کہ شیخ الہندؒ کے تلمیذ و شاگردِ رشید
جذبۂ تحریکِ آزادی میں بھی اُن کے مرید

نام سے لرزاں رہا تیرے فرنگی سامراج
تُو نے رکھ لی شیخ سے اپنی وفاداری کی لاج

تیرے دل میں موجزن ہے عشقِ محمود حسنؒ
اے مجاہد اے زعیمِ قوم اے باطل شکن

تیری اُلفت پر یوں نازاں شانِ تسلیم و رضا
اے اسیرِ بے گناہی قیدیٔ جرمِ وفا

اللہ اللہ یہ بسالت یہ شہامت یہ شکوہ
سامنے باطل کے یوں ثابت قدم تو مثلِ کوہ

سادگی و عاجزی و انکساری کی تصویر
صبر و تسلیم و رضا و بُردباری کی تصویر

خاکِ ترکی مالٹا کرتی ہے فاتی تجھ پہ ناز
یہ زمینِ ہند و سرحد خطۂ پاکِ حجاز

حضرت شیخ الہندؒ کے اس مخلص اور معتمد ترین رفیق، تلمیذِ رشید اور خادمِ خاص کے متعلق شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "نقشِ حیات" میں فرماتے ہیں:۔

"مولانا عزیز گل صاحب قصبہ زیارت کا کا صاحب ضلع پشاور کے باشندہ اور دار العلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہندؒ کے خادمِ خاص ہیں، مشن کے ابتداء سے ممبر ہے اور نہایت اہم بالشان اور خطرناک امور کو انجام دیتے رہے ہے۔ صوبہ سرحد اور آزاد علاقہ (یاغستان) میں سفارت کی خدمات خصوصاً انہوں نے بہت انجام دی ہیں، خصوصاً حضرت شیخ الہندؒ ان پہاڑی علاقوں میں اپنے ہم خیال اور ہمنواؤں کے پاس انہی کو بھیجا کرتے تھے، دشوار گذار اور خطرناک راستوں کو قطع کر کے نہایت راز داری اور ہمت و استقلال کے ساتھ یہ بار بار آتے جاتے رہے ہیں، پہاڑی علاقوں اور ہولناک جنگلوں کو رات دن پیدل قطع کرتے رہے۔ حاجی ترنگ زئی صاحب اور علماء سرحد و یاغستان اور دیگر خوانین کو مشن کا ممبر بنایا، اور ان کے پاس پیغام و خطوط پہنچانا، ان کو ہموار کرنا، ان کا اور مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم کا فریضہ تھا، جس کو ان دونوں حضرات نے اوقاتِ مختلفہ میں انجام دیا۔ باوجودیکہ سی آئی ڈی ان کے پیچھے لگی رہی مگر انہوں نے کبھی اس کو پتہ نہیں چلنے دیا۔ بارہا ان کو بھیس بدلنا اور انجان علاقوں میں سے گذرنا پڑا اگر نڈر ہو کر ان کو قطع کیا۔ ہر قسم کے خطرات میں بلا خوف و خطر اپنے آپ کو ڈالتے رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے نہایت مخلص اور فدائی ہیں، کسی قسم کا طمع اور غرضِ نفسانی نہیں رکھی، نہ حضرتؒ سے جدا ہوئے، لوگوں نے بہت کوششیں کیں کہ یہ جدا ہو جائیں مگر انہوں نے گوارا نہ کیا اور ہمیشہ عاشقانہ ولولہ کے ساتھ خدمت میں حاضر رہے، حتیٰ کہ مالٹا کی اسارت میں بھی نہایت دل جمعی سے شریک اور رفیق رہے، ہر قسم کی خدمت

(باقی حاشیہ ص ۱۰۶ پر ملاحظہ ہو)

مجاہدِ حریت مولانا عزیر گل صاحب اسیرِ مالٹا

افتخارِ ملتِ افغاں اسیرِ مالٹا
عکسِ جہد و حریت تصویرِ زہد و اتقا
بر جبینت مرحبا رنگِ سعادت آشکار
آفریں بر جہدِ آزادیٔ تو اے مہ لقا



(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۵ سے) کو اپنے لیے خوش نصیبی سمجھا گئے۔ لوگوں نے اُن کو سی۔ آئی۔ ڈی مشہور کیا۔ آوالیے کے حضرت کو بھڑکایا، بدظن کرنے کی کوششیں کیں، مگر حضرت مرحوم نے اس دماغ اور قلب رکھتے تھے ان کی طرف سے بدظن نہ ہوئے اور آخر وقت تک ان کو ساتھ رکھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے رازدار اور مالی سرمایہ کے خزانچی اور معتمد علیہ رہے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد بھی عرصہ دراز تک حضرتؒ کے مکان ہی پر قیام پذیر رہے۔ چونکہ ایامِ اسارتِ مالٹا میں اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا اس لیے بعض احباب کی کوششوں سے حضرتؒ کی بھانجی کی لڑکی سے نکاح بھی ہوگیا، اس سے ان کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بھی ہوئیں جو کہ ماشاء اللہ اب جوان ہوگئے ہیں ــــــ ایامِ تحریکِ خلافت میں دیوبند خلافت کمیٹی کی صدارت کی خدمات انجام دیتے رہے، ضروریاتِ معاشیہ کی بنا پر سوختہ (جلوتی لکڑی) کی تجارت بھی کرتے رہے۔ پھر مدرسہ رحمانیہ رُڑکی میں صدر مدرس ہوگئے، وہاں ہی ایک حکیم کی خواہش پر دوسری اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد نکاح کرلیا اور اس اہلیہ کو لے کر وطن ضلع پشاور میں چلے گئے، اب وہاں ہی اقامت گزیں ہیں۔“

جب بھی کوئی آپ سے اسارتِ مالٹا کی داستان کے بارے میں استفسار کرتا تو جلال میں آکر کہتے: ”کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، بس مولانا مدنیؒ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے بعد میرے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں۔“

آپ ۱۸۹۳ء کو زیارت کاکا صاحب میں جناب شاہد گل کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۳۳۲ھ میں شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۶ رجمادی الثانی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۶ رنومبر ۱۹۸۹ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

زاہدِ شب زندہ دار

بیادِ حضرت مولانا حافظ القرآن والحدیث محمد عبداللہ صاحب درخواستی قدس سرہٗ



آیۂ پروردگار — زاہدِ شب زندہ دار
حافظِ قرآنِ ربّ — ضابطِ اقوالِ یارؐ
اک مفسر بے بدل — عارفِ حق ذی وقار
واعظِ شیریں مقال — نابغۂ روزگار
جامعِ شرع و طریق — ذاکرِ لیل و نہار
وارثِ علمِ نبیؐ — باعثِ صد افتخار
زبدۂ کُل اتقیاء — اولیاء میں نامدار
قُدوۂ اربابِ فضل — اور سلف کی یادگار
پیکرِ صبر و رضا — صورتِ حلم و وقار
رُشد و تقویٰ زہد کے — بحرِ ناپیدا کنار
کس قدر وجد آفریں — اُن کی صہبا کا خمار
دشمنِ دین کے لیے — تیغِ براں آب دار

وہ امیرِ جمعیت — رہنمائے پختہ کار
وہ زعیمِ ملک و قوم — حق شناس و حق شعار
اُن کی رحلت پر ہے آج — ایک عالم اشکبار
ہر طرف آہ و بکا — آنسوؤں کی آبشار
نالہ و اندوہ و غم — چار سُو اِک اضطرار
ہر نفس ہے خوں فشاں — اور ہر دل شعلہ بار
وہ کہ خورشیدِ منیر — چھپ گیا زیرِ مزار

فانیؔ ہے بے دل حزیں
کیوں نہ ہو گا سوگوار



آپ ماہ محرم بروز جمعہ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء کو درخواست تحصیل خانپور میں مولانا حافظ محمودؒ کے گھر پیدا ہوئے، ۱۱ سال کی عمر میں قرآن پاک اپنے والد صاحب سے حفظ کیا ۱۸ سال کی عمر میں شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحبؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، فراغت علوم کے بعد اپنے والد صاحبؒ کے پیر و مرشد مولانا غلام محمد دین پوریؒ سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے تھے۔ ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

ساقیٔ میخانۂ عرفاں

بیادِ حضرۃ حافظ القرآن والحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ



رفت چوں آں حافظِ علمِ حدیث
ہیچ کس گو در جہاں باقی نماند

قطبِ وقت و صوفی و شیخِ اجل
حسرتا آں مرشدِ آفاقی نماند

ایکہ میجوئی خمارِ میکدہ
"آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

آہ فاقص شد نہاں آں شیر دل
بہرِ باطل تیغِ بُرّاقی نماند



دیں کا عنوان جلی حضرتِ درخواستیؒ



عارفِ کامل ولی حضرتِ درخواستیؒ
آیتِ علی حضرتِ درخواستیؒ
مصطفےٰ کا جانشین وہ سراجِ متقین
دیں کا عنوانِ جلی حضرتِ درخواستیؒ
واعظِ شیریں سخن اک انعامِ ذوالمنن
ذکر جن کا ہر گلی حضرتِ درخواستیؒ
وہ امیرِ اصفیاء سرگروہ اولیاء
ان کی باتیں کیا بھلی حضرتِ درخواستیؒ
سانحہ موت سے ان کے ہجر و فوت سے
اک ہوائے غم چلی حضرتِ درخواستیؒ
ہر نفس افسردہ ہے اک جہاں آزردہ ہے
چار سُو ہے بیکلی حضرتِ درخواستیؒ



بیادِ سیّد ابوذر بخاریؒ

اک مجاہد سربکف جاتا رہا
صاحبِ عزّ و شرف جاتا رہا
ضیغمِ اسلام کے عکسِ جمیل
جن کا شہرہ ہر طرف جاتا رہا

سیفِ صارم بہرِ قمعِ قادیاں
اللہ اللہ ہیبتِ صمصامِ حق
لرزہ بر اعضاء شدند اعداءِ دیں
مست بودہ بر خمارِ جامِ حق

○

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحؒ کے فرزند اکبر حافظ مولانا سید عطاء المنعم ابو معاویہ ابوذر بخاری ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو امرتسر کے محلہ کٹڑہ مہاں سنگھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے متعلق مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ان کی وفات پر اپنے ایک تعزیتی شذرہ میں لکھتے ہیں۔

"مولانا مرحوم امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے فرزند ارجمند تھے اور ان کی سوچ، اندازِ تکلم اور خطابت میں اپنے والد ماجد کی بڑی دلکش جھلک موجود تھی، انہوں نے خیر المدارس ملتان میں درسِ نظامی کی تکمیل کی اور اس طرح حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحبؒ کے علوم سے بھی استفادہ کیا۔ وہ بلا کے ذہین، حاضر جواب اور وسیع المطالعہ عالم تھے۔ خطابت میں فصاحت و بلاغت جو انہوں نے اپنے والد سے میراث میں پائی تھی اور اندازِ زندگی بھی اپنے والد کی طرح درویشانہ تھا۔ سنا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کے روزانہ آٹھ آٹھ پارے تلاوت کرنے کا معمول تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت تھے۔ اپنے والد ماجد کی طرح انہوں نے فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں نیز صحابہ کرامؓ کی ناموس کا تحفظ اور اساطینِ امت کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں کی تردید آپ کی زندگی کا خاص مشن تھا اور اپنی جدوجہد میں انہوں نے بہت سی صعوبتیں جھیلیں"۔ (البلاغ جنوری ۱۹۹۶ء)

۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو کاروانِ احرار کا یہ حدی خوان دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔

قناعت سراسر

بیادِ فرزندِ امیرِ شریعتؒ ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ



بخاری کا دلبر ابوذر بخاریؒ
شرافت کا پیکر ابوذر بخاریؒ

امیرِ شریعتؒ کی صورت وہ نقشہ
وہ عکسِ منور ابوذر بخاریؒ

خوش الحان قاری وہ حافظ وہ واعظ
قناعت سراسر ابوذر بخاریؒ

مؤرخ محقق وہ شاعر مدقق
وہ مردِ قلندر ابوذر بخاریؒ

خطیب و ادیب و لبیب اور فاضل
زفیضِ پیمبر ابوذر بخاریؒ

لگائی روافض پہ ضربِ کلیمی
جری و دلاور ابوذر بخاریؒ

مناقب صحابہؓ کے ہوتے لبوں پر
سناتے جو اکثر ابوذر بخاریؒ

وہ سلطانِ اقلیم فقر و قناعت
مثالِ ابوذر ابوذر بخاریؒ

نشانی امیرِ شریعت کی دیکھو
جہاں پر ہے اظہر ابوذر بخاریؒ

وہ غواص بحرِ علوم پیمبر
اسی کا شناور ابوذر بخاریؒ

تھا احرار کے کارواں کا حدی خواں
وہی میر لشکر ابوذر بخاریؒ

صد افسوس بر مرگِ او آہ فانی
کہاں رو نے انور ابوذر بخاریؒ



رشکِ تقویٰ افتخارِ بزمِ روحانی برفت

بموقع سانحہ ارتحال حضرت العلامہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ مدیر "الفرقان" لکھنو (انڈیا)



نعرہ زد ہاتف کہ دردا شیخ ربانی برفت
یعنی آں علامہ منظور نعمانی برفت

از در و دیوار می آید صدائے درد و غم
آں متاعِ علم و دانش سیف رحمانی برفت

شورِ بلبل بر نیاید خندہ گُل بے مزہ
یک گُل تازہ ازیں بستانِ عرفانی برفت

آں خطیبِ بے مثیل و آں ادیبِ بے عدیل
بہر حفظِ دین و ملت تیغِ بُرّانی برفت

حامیٔ سنت کہ بود و ماحیٔ بدعات و شرک
ترجمانِ دیوبند آں شیرِ یزدانی برفت

واقفِ اسرارِ قرآن شارحِ علمِ حدیث
آں مبلغ بے بدل داعیٔ لاثانی برفت

رونق بزمِ صحافت زینت اقلیمِ علم
راز دانِ مکرِ رفض و قلبِ ایرانی برفت

اُو مناظر بود قابل بہرِ نشرِ دینِ حق
پیکرِ نطقِ فصیح و زور برہانی برفت

مستمند بر حالِ مسلم نالہ سنج بر ضعفِ اُو
رشکِ تقوای افتخار بزمِ روحانی برفت

نابغۂ روزگارے در سوادِ ہند بود
آں مثال وصفِ ابوذر فقرِ سلمانی برفت

سرگروہ بزمِ اصحابِ عزیمت در زماں
کوکبِ آں چرخِ دانش حسرتا فانیؔ برفت



۞ در شعرِ اول از "منظور نعمانی" مادہ سالِ وصالِ آں مرحوم کہ بحساب ۱۴۱۷ھ جمع است حاصل میشود۔

۞ در شعرِ ششم و ہفتم تلمیح است بر تصنیفات و تالیفات حضرت نور اللہ مرقدہٗ: ۱۔ معارف الحدیث ۲۔ دین و شریعت ۳۔ ایرانی انقلاب ۴۔ ماہنامہ الفرقان۔ (فانیؔ)

آپ ضلع مراد آباد کے قصبہ سنبھل میں ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم کے آخری دو سال دار العلوم دیوبند میں گذار کر ۱۳۴۵ھ میں سندِ فراغ حاصل کی۔ آپ کی شخصیت ہمہ گیر تھی اور تبلیغی، اصلاحی، تعلیمی، قومی و ملّی اور اجتماعی جدوجہد کے ہر میدان اور ہر محاذ میں آپ سرگرمِ عمل رہے۔ ۴ مئی ۱۹۹۷ء کو آپ کا انتقال ہوا، تفصیل کے لیے ماہنامہ "الفرقان" کا مولانا منظور نعمانی نمبر ملاحظہ ہو۔

ساقیٔ بادۂ عرفاں

بیادِ شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب قدس سرہ



پلائے کون اب وہ بادۂ عرفان اے ساقی
ہر اک میکش کے دل میں ہے ترا ارمان اے ساقی

تری نظرِ کرم سے ہو گئے آباد ویرانے
قیامت تک ہے جاری وہی فیضان اے ساقی

شرابِ معرفت کے جام بھر بھر کر دیئے تُو نے
ترا رندوں پہ ہے کتنا بڑا احسان اے ساقی

دلِ مضطر کو ملتی تھی تسلّی بزم میں تیری
تری محفل تھی بس وجہِ سکونِ جان اے ساقی

جدا ہے تیرا پیمانہ عجب اندازِ مے نوشی
نرالا ہے ترا یہ عالمِ وجدان اے ساقی

زمانے میں اگرچہ ہیں ہزاروں میکدے لیکن
ترے جامِ صبوحی پر ہیں سب قربان اے ساقی

اسی کے فیض کا چرچا نہ ہو گا کیسے عالم میں
حسینی میکدے کا جو رہا دربان اے ساقی
مسیحا کون فانیؔ ہو گا ان فرقت کے ماروں کا
کہ بس بے جان ہے یہ مجمعِ رندان اے ساقی



آپ یکم فروری ۱۹۱۳ء کو شمس آباد ضلع اٹک میں مولانا قاضی غلام جیلانی رح کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے علاقہ کے جید علماء کرام سے پڑھیں، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، وہاں سے ڈابھیل (سورت) گئے اور محدثِ کبیر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رح کے درسِ بخاری میں شرکت کی، وہاں سے دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور ۱۳۵۳ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی، بیعت کا تعلق شیخ الاسلام حضرتِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، تقسیم ہند کے بعد آپ کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک و تصوف میں اسباق دیئے اور ۱۵ مئی ۱۹۶۱ء کو حضرت لاہوری رح نے آپ کو خلیفہ مجاز اور معمولاتِ خصوصی سے سرفراز فرمایا۔ آپ درجنوں کتابوں کے مصنف تھے، آپ نے بھرپور علمی، تدریسی، اصلاحی اور تبلیغی زندگی گزاری۔ ۶ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۱۴ مئی ۱۹۹۷ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ ؏

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بس بدرِ کامل اے فتی بہر شبِ دیجور بود

بہ سانحۂ ارتحال شیخ التفسیر والحدیث حضرت العلامہ قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مرقدہ



رفت آں امامِ عارفاں، کز عشقِ رب معمور بود

او زاہد از دنیا بدے بر یادِ حق مخمور بود

شیدائے ختم المرسلیں کاوش بدہ بس فکرِ دیں

بر فضلِ رب العالمیں، بر فیضِ حق گنجور بود

آں شیخِ تفسیرِ قرآں، آں مقتدائے عالماں

گو مثلِ او اندر جہاں، در وقتِ خود مستور بود

استادِ او سید بداں حضرت حسین احمد بداں

عاشق باو بے حد بداں پروانہ آں نور بود[1]

---

[1] مراد از نور مجازاً چراغ است و دریں اطلاق تلمیح است بنام تاریخی شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح و اشارہ است بنام تالیفِ لطیف و کتاب آخرین حضرت قاضی صاحب رح کہ مشتمل است بر سوانح حضرت شیخ الاسلام و آں را بنام تاریخی حضرت شیخ کہ "چراغِ محمدؐ" است مسمی کردہ بود۔ (رفاقت)

یک عارف و کامل ولی، اُو نائبِ احمد علیؒ
کو بود در عالم جلی در چار سُو مشہور بود

اُو سالکِ راہِ صفا اُو صاحبِ مہر و وفا
بس بدرِ کامل اے فتیٰ ہر شب دیجور بود

اقلیمِ زُہد و اتقاء مصروف فریاد و بکا
از ہجرِ آں مردِ خدا کز نام و شہرہ دُور بود

ہر چشم شُد پُر آب و نم بر مرگِ آں صاحب کرم
ہر شخص تصویرِ الم اندر دلِ مجبور بود

افسردہ اقلیمِ سخن پژمردہ باغِ علم و فن
بس انجمن در انجمن آواز نفخِ صور بود

اے ہاتفِ غیبی بیا تاریخِ رحلت گو مرا
سالِ فراقِ دلربا کاں شاہد منظور بود

گفتا نوشتم سالِ او فاقی چہ خوش تر حالِ او
اسمِ محمد قالِ او یا صیغۂ مغفور بود

۹۲ ۱۳۲۶



قتیلِ بے گناہی

بشہادت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب مختار رحمۃ اللہ علیہ

شرافت مجسم حبیبِ الٰہی
تجھے کھا گئی کس کی یہ بد نگاہی

وفاق المدارس کے ناظم مدبر
تُو دیں کا محافظ نبی کا سپاہی

وہ شیخ و محدث وہ مفتی محقق
خبردارِ رسم و رہِ خانقاہی

ترے قتل پر مضمحل قوم ساری
شہادت پہ دیتی ہے تیری گواہی

ہے قاتل ترا روسیاہ و خجل اب
تُو خلدِ بریں کا مسافر و راہی

ترا قتل کتنا بڑا سانحہ ہے
یہ ملّی خسارہ یہ قومی تباہی

ترا خونِ ناحق نہ ہوگا یوں ضائع
ہے دُنیا پہ ثابت تری بے گناہی

اے باغی اے ظالم اے سفاک قاتل
جہاں پر عیاں ہے تری رُوسیاہی

ہر اک کی زباں پر ہے تیری ملامت
کیا جن و انساں کیا مُرغ و ماہی

یہ کارِ بہادر نہیں ہے اے بزدل
ہے لعنت کے قابل یہ فعلِ رُباہی

شہادت کی خلعت پہ تبریک تجھ کو
زہے یہ سعادت زہے تاجِ شاہی

مقامِ شہیداں عطا اُن کو فرمائیے
بحشر شفیع ہو رسالت پناہی



جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم اور شیخ الحدیث، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ، درجنوں کتابوں کے مصنف، محقق، ادیب اور عظیم سکالر اور محدثِ عصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے داماد ۲ نومبر ۱۹۹۷ء کو کراچی میں دہشت گردی کا شکار ہو کر شہادت کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔

اے شہیدِ دین و ملت مفتی عبد السمیعؒ

بیادِ حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرحلۂ غم کیا یہ آئی آہ رب العالمیں
برقِ خاطف آگری بر آشیانِ اہلِ دیں

ماجرا یہ کیا ہوا ہر سو ہے آوازِ غم
حشر گویا اِک بپا ہے چار جانب سیلِ غم
ہر نفس خونابہ افشاں اور ہر دل پُر زِ غم
ہر طرف ہے شور گریہ نالۂ رنج و الم
کِس طرح کھینچوں اِسی غم کا میں نقشہ ہو بہو
آسماں کو حق یہ حاصل ہے کہ برسائے لہو

کِس قدر یہ ظلم تُو نے کر دیا اے رُو سیاہ
اِس جہاں میں تُو ہو رسوا حالِ آخر ہو تباہ
فاضل و عالم کیا ہے قتل تُو نے بے گناہ
بربریت پر ہے تیری ساری ملت اب گواہ

عمر بھر خوار و خجل ہو خانماں برباد ہو
غرق دریائے الم ہو تا ابد ناشاد ہو

اے شہیدِ دین و ملت مفتی عبدالسمیع
بخش دی تجھ کو خدا نے آج کیا شانِ رفیع
اوج پر طالع ترا افاق مقتدر بھی وقیع
ہو بروزِ حشر تیرا صاحبِ کوثر شفیع

تیری عظمت ہے مسلم تو قتیلِ راہِ حق
ہم صفیروں کو دیا تو نے عزیمت کا سبق



جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے اعلیٰ استاد، علم صرف و نحو اور منطق میں مجتہدانہ فکر و نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین منتظم، حق گو اور دینی حمیت سے بھرپور شخصیت تھے، ۲ نومبر ۱۹۹۷ء کو مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شہادت پائی۔

ضمیمہ

لختِ جگر

بیادِ برخوردارم محمد زکی مرحوم

اے مرے غنچۂ دہاں لختِ جگر راحتِ جاں … آج تربت میں ہے پنہاں رُخِ زیبا تیرا
کیا خبر تھی یہ تری آخری ہچکی ہوگی … یاد آتا ہے ابھی مجھ سے لپٹنا تیرا
مجھ سے تیرا نیا لباس بھی دیکھا نہ گیا … چُومتا کس طرح معصوم سا چہرہ تیرا
چشمِ پُرنم میں مری دید کی سکت بھی نہ تھی … اُف کس زباں سے پڑھا میں نے جنازہ تیرا
آہ اب دل کو صبر و ضبط کا یارا نہ رہا … ڈوبنے والے کو خس کا بھی سہارا نہ رہا
کیا بتاؤں تجھے اے ہمدمِ دیرینہ مرے … وہ کون تھا وہ ہمیں زندگی سے پیارا تھا
آج سویا ہے وہ آغوشِ کرم میں حق کی … جو میرے واسطے جینے کا اک سہارا تھا
آج ہم اُس کی تجلی سے ہیں محروم کہ جو … غم کی شب کے لیے خورشیدِ جہاں آرا تھا
وہ رہا باعثِ دلجمعیِ خاطر ایسا … جس کے ہوتے ہوئے ہر غم مجھے گوارا تھا
تا عمر ساتھ رہے گا غمِ فرقت اس کا … اُس نے گویاں عرصۂ مختصر گذارا تھا
میں اسی سوچ میں غلطاں رہا صبح و مسا … ہے کیا غم مرا سرمایۂ حیات ہے تُو
تجھ سے وابستہ رہیں میری اُمیدیں کتنی … میری دُنیا بھی تُو اور میری کائنات ہے تُو
یہ وہ عالم ہے جہاں پر نہیں کسی کو ثبات … تیری خوشی بھی عارضی و بے ثبات ہے تُو

آیا اِک شان سے بحکمِ قضا پیکِ اجل
یُوں زمیں بوس ہُوا میرا حسین تاج محل



من لسپر گم کردہ ام

سراب زیست کو میں کیسے حقیقت سمجھوں
تغیرات کی دُنیا پہ اعتماد کروں
تن و جاں کو نہیں یارب مری یارائے فغاں
زباں کو کس طرح آمادۂ فریاد کروں
غمِ حیات مجھے ایک بات کہنے دے
شکستہ دل کی واردات کہنے دے

کریم لم یزل نے اپنے کرم سے میری
دُعائے نیم شبی کو وقار بخشا تھا
مرے اُجڑے ہوئے چمن کی دلکشی کیلئے
خُدا نے ایک گلِ نوبہار بخشا تھا
ادا ہر ایک جس کی باعثِ تسکین ہوئی
مزاج رب نے جو الفت شعار بخشا تھا
اسی پہ دفعتہً وہ بادِ سموم آ ہی گئی
کلی جو رشکِ چمن تھی وہی مرجھا ہی گئی



قطعہ سالِ وفات

پسرم محمد ذکی (المتوفی ۱۳ جون ۱۹۸۸ء)

ہائے اللہ کیا ہوا یہ لٹ گئی دُنیائے دِل
وا دریغا وا دریغا ہائے دل اووائے دِل
اک تجلّی گاہ تھی جو جگمگاتا واسرتا
آج کیوں بے نور ہے وہ وادیٔ سینائے دل
اک مسیحا چاہیئے اب چارہ سازی کے لئے
کوئی تو عیسیٰ نفس ہو بہرِ علتہائے دِل
آرہا ہے قافلہ در قافلہ میری طرف
خیمہ زن ہے لشکرِ غم آج بر صحرائے دِل
صبر کی تلقین کرتے ہیں مجھے احباب آج
دم بدم افزوں ہوتا ہے مرا سودائے دِل
حوصلہ جینے کا اب مجھ میں نہیں ہے میکشو
بادۂ غم سے بھرا ہے شیشۂ صہبائے دِل

کس کی فرقت سے خدا خیرہ و تاریک ہے

اے خدائے مہر و ماہ ایہ دیدہ بینائے دل

غم نہ کر فانی عزیق رحمت مولا ہے وہ

آج جس کے غم سے ہے ویراں تری دنیائے دل



مادۂ سنِ رحلت

برخوردارم محمد زکی مرحوم

جو رشکِ قمر تھی اُف اللہ

اب زیرِ زمیں وہ صورت ہے

اس فکر میں یوں سرگشتہ رہا

کیا مادۂ فرقت و رحلت ہے

پھر آئی صدائے ہاتفِ رب

وہ آج غریقِ رحمت ہے

۸۸ ۱۹۰۱ء



ادارہ مؤتمر المصنفین کی ایک بہترین ادبی پیشکش

نالہ زار

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی کا مجموعہ کلام

ہر نعت دل گداز
ہر غزل درد انگیز ہر شعر جگر سوز
اور ہر نظم پر اثر

عمدہ کاغذ
خوبصورت اور جاذب نظر ٹائٹل
شاندار طباعت

حضرت فانی صاحب کی ندرت تخیل جدت کلام اور حسن بیان کا شاہکار جس میں لیلائے فکر اور حسن خیال، انقلابی کلام کے اچھوتے لباس میں جلوہ گر ہے اور اس کا ہر انداز ہر شعر ہر مصرعہ بلکہ ہر لفظ دل کا ترجمان اور حسرت وارمان کا نشان معلوم ہوتا ہے۔ الغرض فکر و فن کا اعجاز عزم وارادہ کی ان دیکھی لامحدود قوت کا اظہار دل پر سوز کا پیام، ادب وبیان اور تغزل کا بناؤ اور سنگھار اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ نمایاں ہے۔

رابطہ کیلئے

ادارہ مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ ضلع نوشہرہ